عقد ثریا

(تذکرہ فارسی گویاں)

تالیف

غلام ہمدانی مصحفی

مرتبہ

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق

★

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

بابائے اردو روڈ۔ کراچی نمبر۱

عقدِ ثریّا

(تذکرہ فارسی گویاں)

تالیف

غلام ہمدانی مصحفی

مرتبہ

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو پاکستان، بابائے اردو روڈ۔ کراچی - ا

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو پاکستان، ۴۰۲

طبع اول : ۱۹۳۴ء
طبع دوم : ۱۹۷۸ء
تعداد : پانچ سو
قیمت : پانچ روپے

مطبوعہ : انجمن پریس ۔ نشتر روڈ کراچی

ناشر

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ ۔ کراچی نمبرا

جمیل الدین عالی
معتمد اعزازی

حرفے چند

مصحفی کا تذکرہ شعرائے فارسی موسومہ "عقدِ ثریا" ۱۹۳۴ء میں انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد (دکن) سے شائع ہوا تھا۔ نہیں معلوم کن اسباب کی بناء پر مصنّف تذکرہ کے علاوہ کسی اور کا کلام، نمونے کے طور پہ پیش نہیں کیا گیا تھا۔ اب اشاعتِ ثانی کی نوبت آئی تو متن پر نظرِ ثانی کے ساتھ شامل تذکرہ شعرا کے کلام کا کچھ نمونہ دستیاب تذکروں سے ذیلی حواشی میں درج کر دیا گیا ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ شعرا کا جو کلام نمونے کے طور پہ حواشی میں درج کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو تذکرے کے اصلی نسخے میں تھا۔ البتہ ان اشعار سے ان شعرا کے کلام کا تھوڑا بہت اندازہ ہو سکتا ہے۔ قارئین کو اگر زیادہ کلام دیکھنا مقصود ہو تو محوّلہ تذکروں سے مل سکتا ہے۔

موجودہ اشاعت کی ترتیب اور کلام کے انتخاب کے لیے ادارہ جناب افسر صدیقی صاحب کا ممنون ہے۔

فہرست

مقدمہ

اُردو شاعری کا ستارہ اُس وقت چمکا جب کہ سلطنت مغلیہ کا آفتابِ اقبال گہنا رہا تھا۔ رفتہ رفتہ شاعری ایک پیشہ ہو گئی اور اُس عہد کے باکمال سخنور اپنے متاعِ ہُنر کو دربدر لئے پھرتے تھے کہ شاید کوئی قدردان مل جائے۔ مصحفی ان سب میں زیادہ بدنصیب تھا۔

نام غلام ہمدانی ولد ولی محمد ابن درویش محمد، مصحفی تخلص[1]، وطن امروہہ اور مولد اکبر پور[2]۔ مولانا حسرت موہانی نے اپنے تذکرے میں سنہ پیدائش ۱۱۶۴ھ لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ مصحفی اپنے تذکرہ ریاض الفصحا میں اپنے حالات کے آخر میں لکھتے ہیں کہ اس وقت میری عمر ۸۰ برس کی ہے۔ یہ تذکرہ ۱۲۲۱ھ میں شروع ہوا اور ۱۲۳۶ھ میں اختتام کو پہنچا۔ اس حساب سے اُن کی پیدائش ۱۱۴۱ھ اور ۱۱۵۶ھ کے درمیان واقع ہوتی ہے۔

ابتدائی تعلیم مکتب میں امروہہ ہی میں ہوئی اس کا اشارہ انہوں نے سید محمد زمان زماں تخلص ساکن امروہہ کے حال میں کیا ہے[3]۔ اسی ضمن میں اپنے استاد کا بھی ذکر کر گئے ہیں لیکن نام نہیں لکھا۔ اصل تعلیم دلّی میں ہوئی۔ چنانچہ ریاض الفصحا میں لکھتے ہیں کہ فارسی اور اُس کی نظم و نثر کی تکمیل تیس سال کی عمر میں شاہجہاں آباد میں ہوئی۔ جن دنوں میں جلاوطن ہو کر اس دیار میں تازہ تازہ پہنچا تو علم عربی یعنی طبیعیات، الہیات اور ریاضی مولوی مستقیم ساکن گوپامئو شاگرد مولوی حسن خواجہ تاش مولوی مبین عالم العلما سے حاصل کی اور میبذی اور صدرا پڑھا۔ قانونچہ کا درس مولوی منظہر علی سے لیا جو صرف و نحو میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آخر عمر میں عربی ادب اور تفاسیر

---

(۱) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۲۴۷۔

(۲) تذکرہ میر حسن صفحہ ۱۹۰۔

(۳) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۱۱۰۔ نیز دیکھو صفحہ ۲۲۷ حال محزون و صفحہ ۱۲۸۔ حال شہید۔ (تذکرہ ہندی گویان)

قرآن مجید کا مطالعہ کیا۔ لکھتے ہیں کہ عربی سے نابلد ہونے کا جو نقص تھا وہ میں نے اس شہر میں پہنچ کر رفع کر دیا۔ دوسرا نقص علمِ عروض و قافیہ کی ناواقفیت تھی۔ اس کی تلافی بھی میں نے چند روز میں اساتذہ کی تصانیف کا مطالعہ کر کے کر لی اور خود اس فن میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام "خلاصۃ العروض" تھا۔

مصحفی نے اپنے استاد کا کہیں نام نہیں بتایا اور نہ کہیں اس کا ذکر کیا ہے۔ کسی اور تذکرے میں بھی اُس کا نام و نشان نہیں ملتا۔ البتہ صاحب "سراپا سخن" نے اُن کے اُستاد کا نام امانی لکھا ہے[1]۔ لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ کون تھے، کہاں کے رہنے والے تھے اور کس قماش کے شخص تھے۔

اس پر سب تذکرہ نویسوں کا اتفاق ہے کہ ابتدائے شباب ہی میں وہ دلّی چلے آئے تھے اور وہیں اُن کی تعلیم و تربیت ہوئی اور وہیں اُن کی شعر و شاعری چمکی۔ دلّی سے انہیں خاص محبت تھی، اس کا ذکر اپنے تذکرہ میں جگہ جگہ بڑے شوق سے کرتے ہیں۔ وہاں کے مشاعروں، ملاقاتوں اور یارانِ عزیز کا ذکرِ خیر آپ اس تذکرے میں جا بجا پائیں گے۔

دلّی کہیں ہیں جس کو زمانے میں مصحفی　　میں رہنے والا ہوں اُسی اُجڑے دیار کا

یہ وہ زمانہ تھا کہ گئی گذری حالت پر بھی دلّی کا ہونا یا دلّی سے منسوب ہونا یا وہاں کی بود و باش، تہذیب و شائستگی اور زباندانی کا تمغہ سمجھی جاتی تھی۔ اسی بنا پر تو انہوں نے اپنے بعض حریفوں پر چوٹ کی ہے۔

بعضوں کا گماں یہ ہے کہ ہم اہلِ زباں ہیں　　دلّی نہیں دیکھی ہے زباندان یہ کہاں ہیں

مصحفی نے اپنے بزرگوں کا پیشہ "نوکریِ خانۂ بادشاہ" لکھا ہے۔ لیکن جب سلطنت کے کاروبار میں خلل واقع ہوا تو ان کا روزگار بھی درہم برہم ہو گیا۔ میر حسن اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ ان کی بسر اوقات تجارت[2] پر تھی۔ مصحفی نے اپنے حال میں اس کا کہیں ذکر نہیں کیا لیکن

---

(۱) ص ۵۴۔

(۲) تذکرہ میر حسن صفحہ ۱۹۰۔ سبز نگر نے بھی بحوالہ عشقی اس کی تائید کی ہے۔

دلی کے قیام کے ذکر میں جو چند جملے ضمناً اُن کی قلم سے نکل گئے ہیں اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ امیر حسن کا خیال صحیح ہے کہ اُس زمانے میں اُن کی گزران تجارت ہی پر تھی لکھتے ہیں۔

"میں شاہجہان آباد میں بارہ سال تک دور نواب نجف خان مرحوم میں گوشہ عزلت میں رہا اور اس افراتفری کے زمانے میں تلاشِ معاش کے لئے کسی کے دروازے پر نہیں گیا۔"[1]

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ دلی میں وہ اپنی معاش اپنے دست و بازو سے کماتے تھے اور کسی کے دستِ نگر نہ تھے۔

اگرچہ بقول خود وہ دہلی میں بارہ سال تک عزلت گزیں رہے لیکن اس پر بھی مشاعروں کی شرکت، شعر و شاعری کا چرچا برابر جاری رہا اور خود بھی اپنے ہاں مشاعرے ترتیب دیتے رہے[2] اور اُس وقت بھی اُن کی شاعری اس درجے کی سمجھی جاتی تھی کہ لوگ اُن کے شعر سننے کے لئے اُن کے مکان پر حاضر ہوتے تھے۔[3]

دلی کا رنگ بدلا ہوا تھا، حالات نامساعد تھے۔ بسر اوقات کے ذرائع تنگ ہو رہے تھے، ناچار اپنے دوسرے معصروں کی طرح دل پر پتھر رکھ کر دلی کو خیرباد کہا اور وادیٔ غربت میں قدم رکھا۔ دلی کی حالت اُس وقت کیسی ہی ہو، اُس کا چھوڑنا کچھ آسان نہ تھا۔ وطن تو خیر سب ہی کو عزیز ہوتا ہے مگر اس میں کچھ ایسی کشش تھی کہ باہر سے بھی جو لوگ وہاں آ گئے تھے انہیں وہ وطن سے زیادہ عزیز ہو گئی تھی۔ پیٹ بڑا ظالم ہے اُس کی خاطر یہ مفارقت بھی گوارا کرنی پڑی۔ لیکن مرتے دم تک اس کا داغ دل سے نہ مٹا اور جب تک رہے اور جہاں رہے اُس کی صحبتوں اور خوبیوں پر مٹے رہے۔ اس

---

(۱) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۲۴۷

(۲) تذکرہ ہندی گویان، حال اسد صفحہ ۱۶، امین صفحہ ۲۰، فراق صفحہ ۱۵۷، مشتاق صفحہ ۲۱۷، محشر صفحہ ۲۲۴، نالاں صفحہ ۲۶۱، نصیر صفحہ ۲۶۱، ہاتف صفحہ ۲۷۰۔ نیز دیکھو عمدہ منتخبہ و مجموعہ نغز۔

(۳) دیکھو تذکرہ ہندی گویان ذکر عاقل صفحہ ۱۵۱

مقام پر ایک بات غور و تامل کے قابل ہے یہ لوگ جہاں جہاں گئے (مثلاً فرخ آباد، عظیم آباد اور خاص کر لکھنؤ) وہاں والوں نے انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا، عزت و حرمت سے پیش آئے۔ آسائش پہنچائی۔ مسافر نہیں مہمانِ عزیز سمجھا اور وہ خدمت کی کہ غربت کی کلفت دلوں سے محو ہو گئی۔ آج کل یہ حال نہ تھا کہ کوئی بھولا بھٹکا با کمال آگیا تو سمجھے کہ غنیم چڑھ آیا۔

مصحفی دلّی سے آنولہ اور ٹانڈہ پہنچے۔

جب میکدہ چھٹا تو رہی کیا جگہ کی قید　　　مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو

ٹانڈے میں نواب محمد یار خاں امیر خلف نواب علی محمد خاں، صاحبِ ذوق اور قدرشناس امیر تھے، شاعروں کا اُن کے ہاں اچھا خاصا جمگھٹا تھا۔ فدوی لاہوری، میر محمد نعیم نعیمؔ، پروانہ علی شاہ، پرواؔنہ، میاں عشرت حکیم کبیر، محمد قائم وغیرہ مجلس شعر و سخن کے رونق افروز تھے۔ میاں مصحفی بھی شریک صحبت ہو گئے۔ نواب نے میر سوزؔ اور مرزا محمد رفیع سوداؔ کو بھی خط لکھ کر بھیجا اور اپنے ہاں بلایا، وہ اُس زمانے میں مہربان خاں رندؔ کی سرکار میں ملازم تھے، فرخ آباد کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ لیکن یہ مجلس زیادہ مدّت جمنے نہ پائی۔ سکرتال کی لڑائی (۱۱۸۵ھ) میں نواب ضابطہ خاں کو شاہ عالم نے مرہٹوں کی امداد سے ایسی شکست دی کہ ٹانڈے کی امارت درہم برہم ہو گئی۔ بیچارے فلک زدہ شاعروں کا وہاں کوئی ٹھکانا نہ رہا اور منتشر ہو گئے۔

مصحفی ٹانڈے سے ۱۱۸۵ھ کے لگ بھگ لکھنؤ پہنچے۔ یہ نواب شجاع الدولہ کا زمانہ تھا۔ سوداؔ وہاں پہلے سے موجود تھے۔ اُن سے اور بعض مشہور شعرا سے ملاقات ہوئی۔ ابھی سال بھر ہی رہنے پائے تھے کہ طبیعت اچاٹ ہوئی اور پھر دلّی کا رُخ کیا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہاں کوئی سرپرست اور قدرداں نہ ملا اور روزگار کی کوئی صورت نہ نکلی۔ لیکن دلّی میں کیا رکھا تھا، حالت پہلے سے بھی بدتر تھی۔ آخر تھوڑے دنوں کے بعد ہی دوبارہ لکھنؤ پہنچے۔

لکھنؤ پہنچ کر چند روز صباؔ (لالہ کانجی مل، کالیستھ سکسینہ) کے ہاں قیام[1] رہا۔ اس کے بعد

---

(۱) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۲۱

چندے میر محمد نعیم خاں کی رفاقت میں رہے۔ پھر مرزا زین العابدین عرف مرزا مینڈو سرِ تخلص (فرزند نواب سالار جنگ) نے جو اردو شاعری کے بڑے دلدادہ تھے بہ سلسلۂ شاعری اپنی رفاقت و مصاحبت میں لے لیا۔ مصحفی لکھتے ہیں کہ بڑی عزت سے پیش آتے تھے اور شعر و سخن میں مشورہ کرتے تھے۔ چار سال تک یعنی ۱۲۰۵ھ تک انہیں کے پاس رہے[۲]

دلی کے شاہزادے، شاہ عالم کے بیٹے مرزا سلیمان شکوہ اُس زمانے میں لکھنؤ میں تھے۔ صاحب عالم نے لکھنؤ کی سرزمین پر چھوٹی سی دلی بسا رکھی تھی اور سارا ٹھاٹ وہی قائم کر رکھا تھا۔ دلی سے جو جاتا پہلے اُن کی سرکار میں اپنا ٹھکانا ڈھونڈھتا۔ شعر و سخن سے ذوق رکھتے تھے اور شعرا اور اہل کمال کے قدردان تھے۔ انشا، جرأت، سوز، مصحفی وغیرہ انہیں کے دربار میں ملازم تھے یا انعام و اکرام سے سرفراز ہوتے تھے۔ بارہ سو سات آٹھ ہجری میں مصحفی بھی میر انشاءاللہ کی وساطت سے اس دربار میں داخل ہوئے[۳]

ہمارے درباروں میں حسد و رشک، رقابت و غمازی اور ساز و باز کی گرم بازاری ہمیشہ رہی ہے۔ ہر منہ چڑھا مصاحب دوسرے کے اکھاڑنے اور اپنے جمانے کی فکر میں رہتا ہے اور اس میں وہ عیاریاں اور افترا پردازیاں، حرفتیں اور جدتیں کام میں لائی جاتی ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ انشا، جرأت اور مصحفی خواجہ تاش اور ہم پیشہ تھے۔ اول اول شاعرانہ چشمک رہی، بعد میں بڑھتے بڑھتے نوبت جنگ و جدل اور فحش اور پھکڑ تک پہنچ گئی۔ ان ہزلیات میں مصحفی اور انشا نے وہ وہ کیچڑ اچھالی ہے کہ حیا اور غیرت کی آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں۔ سید انشا بے حد ظریف ٹھٹھول اور بے چین طبیعت کے تھے اور اس پر ذہانت اور غضب تھی مصحفی پختہ اور پرانے استاد تھے ساتھ شاگردوں کا لشکر تھا۔ انشا کی زیادتیاں گوارا نہ ہوئیں، ترکی بہ ترکی جواب دینے لگے۔ غرض ایک ہنگامہ برپا ہو گیا جس کے مزے صاحبِ عالم اور نواب بھی لینے لگے اور شہر والوں کو ایک دل لگی

---

(۱) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۲۵۔ (۲) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۱۱۸

(۳) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۱۲۱۔ آزاد نے جو یہ لکھا ہے کہ مصحفی پہلے سے دربار میں تھے اور انشا بعد میں آئے صحیح نہیں

ہاتھ آگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انشا اپنی طراری، تیزی اور رسوخ سے بازی لے گئے۔ اور مصحفی کو خفت نصیب ہوئی۔ صاحب عالم کی نظریں ان کی طرف سے پھر گئیں، تنخواہ میں بھی تخفیف ہوئی اور آخر میں قطع تعلق کر کے خانہ نشین ہو گئے۔ اپنی تنخواہ کا ذکر کس حسرت سے کیا ہے:۔

چالیس برس کا ہی ہے چالیس کے لائق | تھا مرد معمر کہیں دس بیس کے لائق
لے وائے کہ پچیس سے اب پانچ ہیں اپنے | ہم بھی کبھی روزوں میں تھے پچیس کے لائق
استاد کا کرتے ہیں امیر اب کے مقرر | ہوتا ہے جو درماہہ کہ سائیس کے لائق

مصحفی طبیعت کے بہت نیک اور مرنج و مرنجان شخص تھے۔ اُن کے ہمعصر تذکرہ نویسوں نے اُن کے مزاج اور اخلاق کی بہت تعریف کی ہے اور اُنہیں خلیق، متواضع، مسکین وضع مسکین نہاد اور نیک سیرت لکھا ہے[۱]۔ وہ کبھی درباری شاعروں سے نہ الجھتے۔ لیکن جب دوسری طرف سے چھیڑ شروع ہوئی تو اُس کے جواب میں خاموش رہنا ممکن نہ تھا۔ کچھ تو شاعری کا گھمنڈ، کچھ درباری حالات اور اس پر شاگردوں کی شہ نے معاملہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

یہ حالات اُس زمانے کی معاشرت پر دھندلی سی روشنی ڈالتے ہیں۔

مصحفی کی زندگی پریشان حالی، تنگدستی اور عُسرت میں گزری۔ اگرچہ کئی امیروں کی رفاقت اور صحبت رہی اور شاگرد بھی اُن کے کثرت سے ہوئے جن میں بڑے بڑے لوگ بھی تھے مگر کبھی فراغ بالی اور معاش کی طرف سے اطمینان نصیب نہ ہوا۔ علی لطف صاحب گلشن ہند نے ان کے احوال میں صحیح لکھا ہے "برس سے اوقات لکھنؤ میں بسر کرتا ہے۔ ضیق معاش تو وہاں ایک مدت سے نصیب اہل کمال ہے اسی طور پر درہم برہم اس غریب کا بھی احوال ہے"۔ آخر میں یہ حال ہو گیا تھا کہ یا تو سعادتمند شاگرد اُن کی مدد کرتے تھے یا غزلیں بیچ بیچ کے اپنی بسر اوقات کرتے تھے۔ اس طرح کلام کا بہت سا حصہ دوسروں کی قسمت میں آ گیا۔

---

(۱) دیکھو ذکر مصحفی تذکرہ قدرت اللہ شوق تذکرہ قدرت اللہ قاسم اور عمدۂ منتخبہ ہیں۔

مصحفی نے عمر بھی بہت پائی، پُرانے اُستاد جنہوں نے اردو کی بنیادوں کو مضبوط کیا اور نئی پود جس نے آگے چل کر بڑا نام پایا، سب کو دیکھا، پرکھا اور اکثر اُن کے سامنے چل بسے۔ وفات کا صحیح سنہ معلوم نہ ہو سکا۔ تذکرہ ریاض الفصحا میں جس کا سنہ اختتام ۱۲۳۶ھ ہے لکھتے ہیں کہ اس وقت میری عمر اسّی سال کی ہے۔ شیفتہ نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آج کے دن مصحفی کیرے دس سال ہوتے ہیں۔ یہ تذکرہ ۱۲۵۰ھ میں لکھا گیا۔ اس حساب سے آن کا سنہ وفات ۱۲۴۰ھ ہوا، اور عمر چوراسی سال کی۔

مصحفی کے استاد ہونے میں شبہ نہیں۔ بڑے مشاق اور بخیتہ گو شاعر تھے۔ آٹھ دیوان، متعدد قصائد اور مثنویاں اُن کی تصنیف سے اب تک باقی ہیں۔ علاوہ اس ضخیم کلام کے شعرا کے تین تذکرے بھی اُن کی بڑی یادگار ہیں جو اب تک گمنامی میں پڑے ہوئے تھے۔

سب سے پہلا تذکرہ فارسی گو شعرا کا ہے جس کا نام عقد ثریا ہے۔ اس میں تین قسم کے شعرا کا ذکر ہے۔ اول شعرائے ایران جو ہندوستان میں کبھی نہیں آئے۔ دوسرے وہ شعرائے ایران جو ہندوستان آئے۔ تیسرے ہندوستانی فارسی گو شاعر۔ دوسرا تذکرہ اردو کہنے والے شاعروں کا ہے تیسرے تذکرے کا نام ریاض الفصحا ہے۔ اس تذکرے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ جن لوگوں کے نام پہلے تذکرے میں لکھنے سے رہ گئے تھے اُن کا ذکر اس میں کیا گیا ہے۔

ان تینوں میں تذکرہ نمبر ۲ یعنی تذکرۂ ہندی اصل ہے، باقی دو کو اُس کا تکملہ سمجھنا چاہئے یہ تذکرہ جیسا کہ خود مصحفی نے لکھا ہے۔ میر مستحسن خلیق خلف میر حسن کی فرمائش سے تحریر میں آیا اور عہد فردوس آرامگاہ (محمد شاہ بادشاہ) سے شاہ عالم بادشاہ کے زمانے تک کے شعرا کا حال درج ہے۔ بعض متقدم شعرا کے حالات تیمناً لکھ دئے گئے ہیں لیکن زیادہ تر اس میں معاصرین ہی کا ذکر ہے[1]۔

مصحفی کا زمانہ معمولی نہیں تھا۔ یہ اردو زبان کی ترقی و فروغ کا نہایت ممتاز دور ہے۔

---

(۱) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۳، ۴

اگرچہ فارسی کا رواج عام تھا مکتبوں اور مدرسوں میں فارسی کی تعلیم برابر جاری تھی، فارسی کا پڑھنا علم و فضل ہی کے لئے نہیں بلکہ تہذیب و شائستگی کے لئے لازم خیال کیا جاتا تھا. لوگ فارسی شعر و سخن کے ایسی ہی دلدادہ تھے جیسے اکبر و جہانگیر کے زمانے میں۔ اس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہی تذکرے جو اُردو شعرا کے ہیں فارسی میں لکھے گئے۔ اس سے پہلے اور بعد بھی بہت سے تذکرے جو اردو شاعروں کے لکھے گئے فارسی میں ہیں۔ لیکن اردو زبان رفتہ رفتہ زور پکڑتی جاتی تھی اور مصحفی کے زمانے میں تو اُس نے یہ قوت حاصل کر لی تھی کہ ہمارے مستند شاعر فارسی کو چھوڑ کر اُردو کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ خود مصحفی جو فارسی میں بھی شعر کہتے تھے اور فارسی کے دو دیوان مرتب کر چکے تھے جن میں سے ایک نظیری نیشاپوری کے جواب میں ہے، اپنے حال میں لکھتے ہیں "بمقتضائے رواجِ زمانہ آخر کار خود را مصروف بہ ریختہ گوئی داشتہ برائے این کہ رواجِ شعر فارسی در ہندوستان بہ نسبت ریختہ کم است و ریختہ ہم فی زمانا بہ پایۂ اعلیٰ فارسی رسیدہ (بلکہ از و بہتر گردیدہ)"[1]۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور مستند شہادت نہیں ہو سکتی۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس دور میں اُردو کے ایسے بلند پایہ شاعر ہوئے ہیں جن کی بدولت اُردو نے وہ فروغ حاصل کیا کہ ہندوستان میں فارسی شاعری کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اُردو میں لطافت و شیرینی، قوت اور وسعت پیدا کی اور اُس کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ اُن کی زبان اور کلام کا اثر اب تک باقی ہے اور باقی رہے گا۔

مصحفی کی حاتم سے لے کر نصیر دہلوی تک ذاتی ملاقات تھی۔ بعض اُن میں سے بزرگ تھے جیسے حاتم، خواجہ میر درد، میر، سودا، فغاں وغیرہ۔ بعض ہم عمر اور ہمعصر تھے مثلاً قائم، جرأت، سوز، بقا، انشا، حسن، حسرت وغیرہ۔ بعض نومشق تھے اور نام پیدا کر رہے تھے جیسے آتش، ناسخ، نصیر، رنگین، ممنون، طپش، خلیق، افسوس وغیرہ وغیرہ۔ شاگرد بھی مصحفی کے اس کثرت

---

(۱) تذکرۂ ہندی گویان صفحہ ۲۴۸۔ قوسین کے الفاظ ایک نسخہ میں ہیں دوسرے میں نہیں۔

سے تھے کہ پرانے اساتذہ میں شاذ ہی کسی کے ہوں چنانچہ خود فرماتے ہیں سو

شاگرد تازہ از پس شاگرد می رسد　　　یعنی رجوع خلق بہ بیت ہماں کہ بود

ان میں سے بعضوں نے بہت نام پایا مثلاً ضمیر، خلیق، رنگین، پروانہ، تنہا، اور منتظر اور گرم وغیرہ اُن کے خاص اور عزیز شاگرد تھے۔ اکثر کا حال ان تذکروں میں موجود ہے ان تذکروں میں اکثر شعرا ایسے ہیں جن سے مصحفی ذاتی طور پر واقف تھے یا اُن سے دوستانہ تعلقات تھے۔ جن کو نہیں جانتے تھے اُن کے متعلق صاف لکھ دیا ہے کہ میں نہیں جانتا۔

مصحفی نے اپنے تذکرے صاف اور سیدھی زبان میں لکھے ہیں، تکلف اور تصنع اور عبارت آرائی سے کام نہیں لیا۔ کہیں بے جا طول نہیں دیا، جو حالات جس کسی کے معلوم تھے مختصر طور پر صاف صاف لکھ دئے ہیں۔ انہیں حالات کے ضمن میں کہیں کہیں اُس زمانے کی شعروشاعری اور اردو ادب کے آثار چڑھاؤ کی کیفیت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ مثلاً حاتم کے ذکر میں اُن کی زبانی ولی کے دیوان کا شاہجہاں آباد میں آنا، لوگوں میں اُس کا چرچا ہونا، بعض صاحبوں کا ایہام گوئی پر اردو شاعری کی بنیاد رکھنا چند سطروں میں خوبی سے بیان کیا ہے۔ اُسی کے ساتھ حاتم کی بزرگی، اُن کے دیوان زادے اور حکمت استادی کا تذکرہ بھی اپنے انداز میں خوب لکھا ہے۔ دہلی اور لکھنؤ میں مشاعروں کی حالت، اپنے مشاعرے کا ذکر بعض نامور اور معاصر شعرا کی ملاقات کا حال جگہ جگہ لکھتے گئے ہیں۔ ایک جگہ مشاعروں کے متعلق لکھا ہے کہ تجربہ میں آیا ہے کہ ایسی مجلسیں ایک سال سے زیادہ نہیں رہنے پاتیں، ضرور کوئی نہ کوئی تفرقہ اور خلل پیدا ہو جاتا ہے۔[۲]

وہ اپنے تذکروں میں شعرا کے کلام کے متعلق رائے لکھتے ہیں لیکن اُس میں

---

(۳) صفحہ ایک (۲) حال شیخ مغل خان (تذکرۂ ثانی)

تنقیدی حیثیت بہت کم ہوتی ہے۔ تاہم بعض نامور شعراء کے متعلق ان کی رائیں خاص وقعت رکھتی ہیں۔ مثلاً سودا کے تذکرے میں اگرچہ پورا ایک صفحہ بھی نہیں لکھا لیکن جو کچھ لکھا ہے اُس میں اُن کے کمال اور سیرت کی تصویر کھینچ دی ہے۔ نکتہ چینوں کے اعتراضات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں "غرض ہرچہ بود، در روانیِ طبع نظیر خود نہ داشت"۔ اور آخر میں کہتے ہیں "نقاش اولِ قصیدہ در زبان ریختہ اوست، حالا ہرکہ گوید پیرو و متبعش خواہد بود۔"

مظہر جان جاناں کی نسبت فرماتے ہیں کہ "در دورِ ایہام گویان اول کسے کہ شعر ریختہ بہ تتبع فارسی گفتہ اوست"۔ آخر میں لکھتے ہیں "فی الحقیقت نقاش اولِ ریختہ بایں دتیرہ باعتقاد نقیر مرزاست، بعدہٗ تتبعش بہ دیگراں رسیدہ"۔

سودا سے مقابلہ کرنے کے بعد جس کا رواج اُس وقت عام تھا اور جس کا اثر اب بھی باقی ہے۔ میر صاحب کی نسبت فرماتے ہیں "غرض ہرچہ ہست استادیِ ریختہ برو مسلم است ..... ہمہ ریختہ گویان ہند سند از کلامش می آرند و اورا دریں فن مستثنیٰ می دانند و الحق چنیں است"۔

یقینؔ کے کلام کے متعلق بھی قریب قریب وہی رائے ظاہر کی ہے جو مظہر جان جاناں کے حق میں لکھی ہے۔ آخر یقین ہیں تو مظہر ہی کے تربیت یافتہ۔ کہتے ہیں کہ "در دورۂ ایہام گویان اول کسے کہ ریختہ راشتہ و رفتہ گفتہ ایں جوان بود، بعد ازاں تتبعش بدیگراں رسیدہ"۔

مصحفی پہلے شخص ہیں جنہوں نے میر حسن کی مثنوی کی سچی تعریف کی ہے "در مثنویِ آخر کہ سحر البیان نام دارد ید بیضا نمودہ۔ الحق کہ کار کارِ اوست۔ قطع نظر از بلاغتِ شاعری زبانش بسیار بامزہ و شیریں و عالم پسند افتادہ"۔

ہمعصروں کے کلام کے متعلق صحیح رائے کا ظاہر کرنا آسان نہیں، اور خاص کر ایسے لوگوں کے متعلق جن سے آویزش اور چشمک رہی ہو۔ انشاء اللہ خاں اور اُن میں کیا کچھ نہیں گزری تھی اور ان بزرگوں نے کون سی بات تھی جو اٹھا رکھی تھی۔ اس پر بھی جب

وہ انشا کا حال لکھنے بیٹھے تو سچی تعریف اور بے لاگ رائے ظاہر کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ اُن کی ہمہ زبانی اور خاص کر فارسی دانی کی تعریف کی ہے انشا نے شنوی شیر برنج مولانا بہار الدین آملی کی شنوی نان وحلوا کے جواب میں لکھی اُس کی نسبت لکھتے ہیں "بسیار لطف گفتہ د دادِ فصاحتِ زبان فارسی دروداده" اُن کے اُردو کلام کے متعلق یہ فقرہ لکھا ہے "اگرچہ ہمہ کلامش در عالمِ ظرافت، خالی از کیفیتے نیست اما آنچہ از اشعارِ سادہ اش انتخاب فقیر افتادہ انیست" اُن کے کلام کا انتخاب بھی بہت اچھا کیا ہے۔ انتقال کے بعد بھی انہیں یاد کیا ہے سو

مصحفی کس زندگانی پر بھلا میں شاد ہوں یاد ہے مرگِ قتیل و مردنِ انشا مجھے

بقا سے مصحفی کے دوستانہ تعلقات تھے اور وہ اُس کے خلق وظرافت اور قناعت کی تعریف کرتے ہیں لیکن کلام کے متعلق صاف لکھ دیا ہے کہ "در قصیدہ ید طولی دارد اما در گفتن غزل بطی است"

آتش اُن کے شاگرد تھے، اُن کے متعلق کیا صحیح رائے دی ہے "اگر عمرش وفا کردہ وچندیں سال بریں دتیرہ رفت وفکر متینش را مانعے در پیش نیاید یکے از بے نظیران روزگار خواہد شد"

رنگین بھی اُن کے شاگرد تھے کیا خوب کہا ہے کہ "ہرچند چنداں بہرۂ از علم ندارد اما ذکاوتِ طبعش بر صاحب علمان غالب" رنگین نے اپنا دیوان اصلاح کے لئے پیش کیا شروع سے آخر تک دیکھ کر فرمایا "کلامش بسیار کم اصلاح بر آمدہ" اصل رائے یہ ہے "چوں مزاجش عشق باز افتادہ، اکثر قطعہائے خوب خوب وغزل ونامہ ہائے نغز نغز بہ سلکِ نظم کشید"

ناسخ کی نسبت ایک جگہ فرماتے ہیں "تلاش ہائے معانی تازہ می کند" ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں "بہ معنی بندئ تازہ علمِ استادی برافراشتہ" لیکن مصحفی اس قسم کی شاعری کو جس میں معنی بندی اور "اشعار خیالی" زیادہ ہوتے ہیں پسند نہیں کرتے تھے۔(۱)

---

(۱) دیکھو ذکر واجد تذکرہ ثانی۔

مصحفی کے تذکروں میں بیسیوں ہندو شاعروں کا حال درج ہے۔ ان کا ذکر بھی اسی گرم دلی اور خوبی سے کرتے ہیں جیسا دوسروں کا۔ اس سے اُس زمانے کی تہذیب اور آپس کی یک جہتی کا اندازہ ہوتا ہے۔

تذکرے میں اکثر نامور شعرا کی تاریخ وفات کے قطعے لکھے ہیں۔ اس فن میں انہیں خاص دخل تھا۔

میر سوز کے ابتدائی تخلص "میر" کی شہادت بھی اس تذکرے سے ملتی ہے۔

سعادت امروہوی کا حال بھی لکھا ہے لیکن میر صاحب کے تعلق تلمذ و استادی کا ذکر نہیں کیا۔

مصحفی نے اپنے تذکروں میں ضمناً صرف تین تذکروں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یک تذکرۂ میر حسن(۱) دوسرے تذکرۂ گردیزی(۲) تیسرے تذکرۂ(۳) قدرت اللہ شوق۔

ایک بات اور قابل لحاظ ان تذکروں میں پائی جاتی ہے۔ جہاں تک تحقیق ہوا ہے اُردو شعراء میں مصحفی پہلے شخص ہیں جنہوں نے "اردو" کا لفظ زبان کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ان تذکروں میں کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے۔ حضور کے حال میں ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز شاہجہاں آباد میں لطف علی خاں ناطق کے گھر پر مشاعرہ تھا۔ میر صاحب کی طرحی غزل میں قافیہ کے بعد ردیف "اور" بمعنی طرف تھی۔ بعضے فصحا نے اُسے خلافِ "اردو" خیال کر کے اُس کی پیروی نہ کی۔ نثار کے حال میں لکھتے ہیں کہ "ادائے زبان اردو چنانچہ باید از زبانِ ندرت بیانش می شود" قہر کے تذکرے میں مرزا قتیل کے متعلق فرماتے ہیں کہ "ادہم باوصفِ فارسی گوئی دعوئے اُردو دانی ریختہ داشت" اسی طرح مہجور کے حال میں لکھا ہے کہ "سہ کتاب در زبانِ اردوئے ریختۂ شکر آمیختہ از خامۂ گوہر رونق سواد تحریر یافتہ" لیکن زبان اردوئے معلیٰ" کا لفظ سب سے پہلے میر صاحب نے اپنے تذکرہ

---

(۱) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۸۰ ذکر خاکسار۔ صفحہ ۲۶۰ ذکر نالاں

(۲) دیکھو صفحہ ۲۴۳ ذکر لبنا (تذکرہ ہندی گویان

نکات الشعراء میں لکھا ہے (۳)، انشا نے بھی جا بجا دریائے لطافت میں اُردو کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کے بعد پھر میر امن کی باغ و بہار میں نظر آتا ہے۔

پہلے تذکرے کے آخر میں چند شاعر عورتوں کا حال بھی درج ہے۔

ان تینوں تذکروں کی تصنیف کی تاریخیں یہ ہیں۔

تذکرۂ اول، ہندی گویان۔ سنہ ۱۲۰۱ھ سے قبل شروع ہوتا ہے اور سنہ ۱۲۰۹ھ میں ختم ہوتا ہے۔ تاریخ اختتام تو مصحفی نے خود لکھ دی ہے۔ ابتدا کا صحیح سنہ تو معلوم نہیں ہو سکا لیکن خاکسار کے ذکر میں میر حسن (متوفی سنہ ۱۲۰۱ھ) کا تذکرہ ضمناً آگیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ اس سنہ سے قبل لکھنا شروع کر چکے تھے۔

تذکرۂ دوم، ہندی گویاں۔ اس کا سنہ تصنیف اُس کے نام ریاض الفصحا سے نکلتا ہے یعنی سنہ ۱۲۲۱ھ لیکن یہ تاریخ آغاز ہے، تاریخ اختتام سنہ ۱۲۳۱ھ ہے۔

تذکرۂ فارسی گویان یعنی عقد ثریا کا سنہ تصنیف ۱۱۹۹ھ ہے۔

ہندی گو شاعروں کے دو تذکرے ہیں۔ ان میں بعض شعرا کے حالات مشترک ہیں۔ اس لئے کہیں کہیں بعض شعرا کے حالات کے متعلق رائے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ تعجب کی بات نہیں کیونکہ جیسا کہ خود مصحفی نے لکھا ہے ایک عالم شباب کا نتیجہ ہے اور دوسرا زمانۂ شیب کا۔

ہندی گویوں کا پہلا تذکرہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے نسخے پر مبنی ہے۔ البتہ اس کا مقابلہ خدا بخش خاں کے کتب خانے کے نسخے سے کیا گیا۔ بعض مشتبہ مقامات کا مقابلہ کتب خانہ مدرسۂ ندوۃ العلما سے بھی کیا گیا۔ باقی دو تذکرے خدا بخش خاں کے کتب خانے کے نسخوں کی نقل ہیں۔ بعد ازاں ان تینوں تذکروں کے مبیضوں کا مقابلہ کتب خانۂ ریاست رام پور کے نسخوں سے ہوا۔ افسوس ہے کہ کتب خانۂ خدا بخش خاں اور رام پور کے نسخے بہت غلط اور بدخط نکلے۔ تاہم مقابلے سے بعض مقامات کی کچھ نہ کچھ تصحیح ہو گئی۔

---

(۳) صفحہ ایک

میں قاضی عبدالودود صاحب بیرسٹرایٹ لا ایڈوکیٹ پٹنہ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے دونوں نسخوں کی نقل خدابخش خاں کے کتب خانے سے لکھوا کر بھیجی اور خود بڑی احتیاط سے تینوں نسخوں کا مقابلہ وہاں کے نسخوں سے کیا۔

حاشیہ میں ان نسخوں کا حوالہ درج کردیا گیا ہے۔ ن۔ خ سے مراد نسخہ کتب خانہ خدابخش خاں ہے۔ اور ن۔ ر سے نسخہ رام پور۔ جہاں صرف ن لکھا ہے اُس سے بھی نسخہ رام پور مراد ہے۔

عبدالحق

حیدرآباد دکن
۸ر نومبر ۱۹۳۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اوّل کہ زباں سلسلہ جنبانی کرد — از سلسلۂ طرفہ سخن رانی کرد
یعنی کہ زحمدِ حق چو پیچید عناں — زد بر درِ نعت ومنقبت خوانی کرد

طائرِ تیز پرِ وہم وخیالِ انسان سست بنیان راچہ یارا کہ باوج ہوائے حمد وثنائے باری عزاسمہ بال پرواز تواند کشود ومرغِ آسمان سیر اندیشۂ آدمی خاکی نژاد راچہ طاقت کہ بقوتِ تیز پری وبلند پروازی ادراکِ خود را، ہبرِ آشیان عنقائے معرفتش تواند نمود - اینجا اندیشہ رادل وتوسن خیال رانعل واژگوں، لہٰذا کشتیٔ مدرکہ را ایں دریائے طوفاں خیز بساحلِ نجات افگندہ از گل چینیٔ گلستانِ نعت ومنقبت، بندِ گلوئے سخن می گرداند وایں بادہ راچوں گلِ رعنا بیک ساغر پیماید۔

نبی وعلی ہر دو چوں مہر وماہ — کزانیاں شدہ روشن ایں جلوہ گاہ
نبی وعلی ہر دو چوں دست وتیغ — کہ بُرّد سرِ دشمناں بے دریغ
کہ سطح فلک آورد زیرپائے — نبی راچو آمد براق ازخدائے
علی آں سوئے عرش پرواز کرد — درِ گنجِ پوشیدہ راباز کرد

امابعد بررہ نوردانِ مراحل معنی ومنزل شناسانِ طریقِ نکتہ دانی پوشیدہ مباد کہ ایں کوچہ گردِ شہرِ رسوائیٔ عشق کلام موزوں خود راکہ غلام ہمدانی نام دارد ومصحفی تخلص می کند از ہجوم فکرِ شعر فرصت آں کجا بود کہ بفراہم آوردن اشعارِ دیگراں قلم جادو رقم رافرسودہ ومندرس سازد ہم ازیں کہ سرانجام ایں مہم عظیم باوصف حاضر بودن دل ودماغ نیز سرمایۂ تام ومواد کلی می خواست۔

بواسطهٔ بے سر و سامانی کہ تصریح آن بسببے نمی خواہد گاہے بطرفِ تالیفِ بیاض تذکرہ ہمت نمی گماشت محض بر ترانہ سنجی طبعِ موزونِ خویش اکتفا کردہ خود را شب و روز در تسوید و تقییدِ غزل ہندی و فارسی مشغول می داشت و آخر آخر ایں بے بضاعتی در دار الخلافہٴ شاہجہان آباد حرسہا اللہ عن الفتن و الفسا و طرحِ مشاعرہ کردہ از اکثرے گوے سبقت ربودہ ، باوجودِ مہارتِ کلی در زبانِ فارسی بمقتضائے رواجِ زمانہ خود را در سلکِ ریختہ گویاں کشیدہ صرفِ اوقاتِ عزیز در ریختہ گوئی می کرد وقتے کہ زبان دان ایں زباں دو چار می شد با او بہ تکلیفِ ہم زبانیش جام سخن را گاہ گاہے می پیمود و دربستہٴ صندوقچہٴ فرنگ دیوانِ فارسی برروئے یاران جوہر شناس لفظ و معنی می کشود والا ہمیں شعر ریختہ کہ در زمانہٴ ما بسببِ فصاحت و بلاغتِ ایشاں از زبانِ فارسی در(۱) پلہ کم ہم نیست نمک پاش سینہٴ ایشاں و مرہم جراحتِ درویشاں بود تا آنکہ مرزا محمد حسن قتیل تخلص کہ مفصل احوال ایشاں در حرف القاف سمتِ تحریر خواہد پذیرفت در ایامے کہ مجلس مشاعرہ بفقیر خانہ زینت انعقاد داشت از ساحت لشکر نواب ذو الفقار الدولہ بہادر شاہجہان آباد گذر انگند زمزمہٴ غزل فارسی بگوش ایں مزاج دان سخن رسانیدہ باعثِ شعر فارسی خواندن در مجلس ریختہ گویاں گردید و آتشِ خاموش ایں زبانم را چار و ناچار کار بزباں کشیدن افتاد اکثر دراں روزہا باہم ہم طرح بودیم از یکدگر گوئے سبقت می ربودیم چوں مرزائے مزبور خیلے سیاحت کردہ و در مجلس وضیع و شریف رسیدہ نظم و نثر از اشعار و احوال معاصرین جستہ جستہ بر بیاضِ خاطر خود منقوش داشت روزے ایں ہمہ رطب و یابس را بنظر قبول من زیبا نمودہ فسونِ تالیفِ تذکرہٴ معاصرین بگوشم دمیدہ اسامیٴ چنداز اں ہا بقلم تحریر من درآورد و مسودہٴ احوال بعضے را بر بیاضِ مختصرے بدستِ من نویسانیدہ

۱- ن - پایہ - ۲- ن مرہم نہ جراحت

یاد آوردن یاران و دوستاں بیادم داد از انجا کہ من آوارۂ بیابانِ عشق سخن ہمیشہ در
جمع ساختنِ خمسہ و حواسِ خمسہ چوں خمسۂ سحرہ حیرانِ کارِ خویش بودم از پیش آمدن
ایں مہم عظیم کہ در نظر اولی بیش از بازیٔ طفلاں نمی نمود ہرگز بخوابِ فراغت نمی غنودم
چوں معلومِ من گردید کہ از آخر ایں بلا بگردنِ من بستہ شد در ایام دوریٔ آں آشنائے
صادق و یارِ موافق سرانجام ایں امرِ خطیر شب ہا چوں شمع می سوختم و تنِ تنہا قدم
در بادیۂ تردد و تلاش اشعار و احوال سخن سنجانِ عہد فردوس آرامگاہ معاصرین
خویش عہد شاہ عالم بادشاہ بہادر غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ مسودۂ سرگذشت
ہر یک را از زندہ و مردہ بر پارۂ کاغذی نگاشتم و پیوستہ در صدد آں می بودم
کہ چہرۂ ایں تصویرِ فرنگ بقیہ حروف تہجی از زینت سراپا چہرہ کشا گردد و چوں مکونِ
حقیقی ہر آغاز را انجامے و ہر صبح را شامے در قفا گذاشتہ در یک ہزار و یک صد و
نود و نہ ایں تذکرۂ عجیبہ کہ گویا فی الحقیقۃ بیاض است مشتمل بر حقیقت احوال
خورد و بزرگ از شعرا صورت اختتام پذیرفتہ و چوں تذکرہ نویسان سلف دقیقہ از
نوشتن اشعار و اوضاع قدما فرو نگذاشتہ اند بنا بر آں قیدِ اسامی آنہا را تحصیل
حاصل انگاشتہ آغاز ایں مجموعہ از عہدِ شعرائے فردوس آرامگاہ تا آوانِ دولتِ
شاہ عالم بادشاہ بہادر غازی کردہ اسمائے معاصرین دریں جریدہ جمع ساختم
و برخلافِ تفصیل احوال اکثرے اجمال احوال بعضے چار و ناچار اتفاق افتاد برائے
آنکہ دریں طے زماں بسیارے از کاملان ایں فن گذشتہ اند کہ بر سرگذشت
ایں باکمالہی اطلاعے نیست رباعی

ایں تذکرہ کس بہار چندیں سال است   آئینہ رونمائے صد تمثال است
ایں تذکرہ را مگیر کم ہم ز بیاض   زیرا کہ در و نشستہ وصاف احوال است

ہرگاہ ایں مجموعۂ دل نشیں بچشم کہین و مہین رنگین نو آئین نمود و سلک لآلیٔ
اشعار آبدارش از غایتِ حسن و   آویزۂ گوش عروسِ روزگار گردید از مہر
تابندگیٔ طالع و علوِ شان بہ عقد ثریا موسومش ساختم و آتش رشک ازیں شرر

پاره ہا در جانِ حسوداں انداختم ازبسکہ ایں باغ باصفا از خس و خاشاک کدورتِ حرص و ہوا مبرّاست و از کثرتِ الفاظ گلہائے معنیٔ رنگین و اشعارِ شستہ و صاف چوں آئینۂ دلِ عارفانِ تمام صفا تاریخ تالیفش بریں گونہ صورت انمام گرفتہ قطعہ

از صنعِ دستکاریِ معمارِ طبعِ من　　باصد ہزار صورتِ رنگین و خوشنما
ایں روضہ چوں بہشت ساختہ　　تاریخ یافت خانہ "زہے باغِ باصفا"

امید از نظر بازانِ شواہد سخن و تذکرہ خوانانِ نو دکہن چنانست کہ یکے در رنگ آمیزی برنقش و نغزیب چشم انصاف باز کردہ۔ چوں تالیفِ ایں فقیر خاکسار مصحفی است بلا تشبیہ مصحفِ بغلی تصور کردہ از خود جدا نہ سازند و چوں بشکل حمائل صغیر الحجم واقع شدہ گلوئے شوق و حمائلِ دوش نما ساختہ از مطالعۂ آں دیدہ را روشنی میدادہ باشند کہ خالی از فوائد نخواہد بود۔

آغاز اسمائے شعرا

حرف الالف

انجب اسمِ شریفش بدیع العصر مشہور بحاجی ربیع انجب شاگردِ مرتضیٰ قلی بیگ انگینہ والائے اصفہانی مولدش بقولِ خودش اندلس بوده در زمینِ مغرب لہذا اورا اکثرے حاجی مغربی نیز می گفتند۔ از انجا بصغرِ سن بصفاہان رسیدهٔ دہی سال دراں شہر کسبِ علوم نمودهٔ بعدازاں حج و سیاحت کرده بہندوستان گذر افگنده با اکابر اُمرا ملاقات نموده پیوستہ در مجالس و محافل موقر و ممتاز بود چون سلسلۂ اوضاعِ اہل دار الخلافہ برہم خورد ساکت و صامت در گوشۂ نشست و تکیہ بر عنایتِ الٰہی کرده التجا بدرِ کسے نیا ورد از ہفت سالگی طبع بلندش مائل بشعر گفتن بود و در ابتدا ہرچہ گفتہ بوده است بوالائے اصفہانی می نمود با وجود انیکہ پنجاه سال پیش از وفاتِ خود مالکِ پنج لک بیت بود شعر خود را بر کسے نداده بگمانِ انیکہ شعرا از اقوالِ مجانین است اہل دانش و حکمت را باین چیزہا چہ کار واز بعضے دوستانِ صادق مسموع است کہ دیوانے در جوابِ دیوانِ نظیری نیشاپوری در ہفت روز گفتہ درست نمود۔ با این ہمہ پر گوئی، کہ در شہر قدم گذاشت دیوانِ تازه از وے یادگار است جستگیٔ الفاظ و صفائی عبارت و تازگی مضمون از کلامش پیداست اما بسبب پر گوئی خالی از رطب و یابس نیست انچہ بچشم دیده شد از تصانیف اوست۔ جوابِ خمسہ مولانا نظامی گنجہ قدس سرهٔ بخطِ خودش و دیوانے کلاں بقدر شصت ہزار بیت و کتابے ضخیم در عقائدِ اثنا عشریہ و قصۂ چار درویش در نثر غرض کہ از تصانیفش یک شتر بار صندوقے جمع شده بود ہمہ بہ دزدی رفت چنانچہ از ان جملہ کتابے کہ

هیژده پرت مہابھارت را بفرمائش عزیزے بنظم درآورده بود، از غارتِ روہیلہ ہا شخصے خریده اش آورد، واو یک جلد آں ہژده پرت بود وخود ہم چہل سال پیش از وفات خود اشعار بہ پرگوی خود می نماید وآں شعرا نیست

بیتم افزوں گشت از پانصد ہزار | بیکراں از مصرعہ ام شد ذوالفقار

وتصنیفِ مدت چہل سال از نظم ونثرش زیاده برایں است۔ مذہبش چوں حکیمانہ[۲] بود لہذا نام اکابراولیا واساتذهٔ عظمیٰ بحقارت می برد۔ گویند کہ مدت عمرش ہفت صد سالہ بوده است واحوالش بیشتر بخلافِ قیاس گوش زومن شد آخرِ عمرش مشتاق شده روزے بنده ہم پیش او رفتم مردے دیدم نحیف آفتاب لب بام سوال شعر از من کرد غزلے کہ درآں روز ہا تازه گفتہ بودم خواندم آفرین کرد وگفت گاه گاہے می آمده باشی بارِ دگر بعد مدتِ یک ماه رفتم باز ہمیں صحبت شعر اتفاق شد خود ہم خواندم وہم مطالعۂ دیوان او کردم بازچوں بریں عرصہ پنج وشش ماه گذشت بسبب بیماری کہ صاحب بستر بود پا از حریر زندگانی بیروں کشید از روئے قیاس مدتِ عمرش از صد سال متجاوز خواہد بود نسبِ خود را بشیخ عبدالقادر گیلانی میرسانید وہم شیخ محمد علی حزیں را ہمشیره زادهٔ خود می گفت واللہ اعلم بالصواب [۱]

آصف، نظام الملک آصف جاه کہ وزیرِ اعظمِ ہندوستان بود پیرایۂ حالِ خود را بزیورِ فضل وکمال آراستہ داشت ونظم شعر را بجواب تریں وجہے سرانجام میرسانید واز ہمگناں گوے فصاحت وبلاغت می ربود، درابتداء موزونی طبع شاکر تخلص

---

[۱] آزموديم بہر رنگ بسے یاراں را | آں کہ دارد بوفا رابطہ، بسیار کم است
حسن شوخ تو چناں کرد فضا تنگ بگل | کہ نماند از عرق خجلت گل رنگ بگل
درچمن تا بہ تبسم شده لعلش دمساز | میزند غنچہ زرشک لب او چنگ بگل
محو تو شد بس کہ سراپاے من | آئینہ آمد بہ تماشاے من

روز روشن صفحہ ۷۸

میگذاشت و آخر ہا متخلص بہ آصف شد میر غلام علی آزاد بلگرامی در خزانۂ عامرہ این مطلعش را کہ بہ از مطلع آفتاب است بنام خانِ دوراں خان بہادر نوشتہ چوں بہ تحقیق پیوست نواب امیر الامرا با وصف آشنائی ہمہ چیز گاہے بگفتن شعر خیال نکردہ اصح ہمیں است کہ ایں شعر آصف جاہ است میر موصوف را بسبب شہرت زباں زدِ عوام غلطی واقع شدہ سلہ

سحر خورشید لرزاں بر سر کوئے تومی آید　　دلِ آئینہ را نازم کہ بر روے تومی آید

امید۔ قزلباش خاں امید مشہور است کہ مردِ مرزا مزاجے گذشتہ در علم سیاق مہارتِ تمام داشت و بموسیقی ہم علم یکتائی می افراشت و ازیں جہت است کہ او را بہ نعمت خاں بیدار بیگ سٰہ اتحاد روحانی بہم رسیدہ بود اکثر اوقات می گفت کہ اے نعمت خاں تو روزے کہ سازِ ہستی را بگوشہ ن خواہی نہاد واللہ کہ من ہماں روز تارِ قانونِ زندگی را از ہم خواہم گسیخت چنانچہ گویند کہ چوں خبر وفاتِ نعمت خاں بگوش او رسیدہ در باغِ محمد یار خاں نشستہ خربوزہ نوش جان میکرد دقاشِ خربوزہ ہمچناں در دہاں ماند کہ یک ناگاہ آہ سرد کشیدہ جاں بحق تسلیم نمود۔ سبحان اللہ زہے سبک روحی در ابتداء پارۂ نظم و نثر از صحبتِ نواب وحید الزماں مرزا محمد طاہر وحید آموختہ شدہ بود آخر با غزلے چند از نظرِ میر نجات نیز گذرانیدہ وا از روزیکہ بہ ہندوستان رسیدہ با وزیر الممالک نواب نظام الملک بہادر آصف جاہ تادم مرگ رفیق بودہ و منصب ہزار روپیہ را جاگیر داشت و معاش خوش میکرد

سلہ سال وفات ۱۱۶۱ھ شمع انجمن صفحہ ۸۰

سٰہ ن - گوشۂ نیستی۔

و با محتاجان و غریبان سلوکِ مختفی بسیار می نمود دیوانے از و بر صفحۂ روزگار است [۱]

آرزو - سراج الدین علی خاں اکبر آبادی موطن قدیم بزرگانش صوبۂ اودا است وازیں جہت سلسلۂ نسبش از جانب والد بزرگوارش شیخ کمال الدین ہمشیرہ زادۂ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی واز طرف مادر شیخ محمد غوث گوالیاری صورت اختتام می پذیرد. و در سن یک ہزار و یک صد و یک از بطون قدم ببارگاہ ظہور گذاشتہ واوقات عزیز را از تحصیل علوم متداولہ مصروف داشتہ ہم از آغازِ بہار ریحان جوانی در گلستان ہمیشہ بہار کلام موزوں چوں بلبل خوش الحان لب بہ ترانہ سنجی کشودہ از خدمت میر عبد الصمد سخن استفادہ ہا نمودہ در عہدِ خویش از ہمگناں برآمدہ وازیں جہت از حضور بادشاہ دیں پناہ بخطاب ملک الشعرا سرافرازی یافتہ در ابتدا ملاقات از فرو طشدن صحبت یکدیگر با شیخ او را معارضہ بارو داوہ و تنبیہ الغافلین [تکذا ستنبہ] نوشتہ و ایں قصہ خود مشہور است چوں بنگ دیدہ شد ایں ہمہ شورش او برائے ظاہر بود و الا مرتبۂ شیخ را او ہم می فہمید - از تصانیفش شتر بار بر صفحۂ روزگار یادگار ماندہ ہمیشہ صحبت با اکابرِ امرا داشتہ در شاہجہان آباد تا بود بخوش معاشی اوقات

---

[۱] در سنہ تسع و خمسین و مایتہ والف (۱۱۵۹) در آنجا (دہلی) جہان فانی را وداع نمود

میر غلام علی آزاد گوید

خان سخن گستر سحر آفریں — رخت سفر بست ازیں خاکداں
سال وفاتش دل نالان من — یافتہ "جاں دادہ قزلباش خاں"
۱۱۵۹ھ

ایں چند بیت از دیوانش نقل افتاد سو

روشن شود بہ پیش تو چوں شمع سوز من — یک شب اگر تو ہم بہ نشینی بروز من
گشت روگردان ز بس آبادی از ویرانہ ام — چون کمان حلقہ بیرون شد درون خانہ ام
بدشمن دوست - با من سرگرانی بارہا گفتم — نمی خواہم چنین باشی تو می خواہی چناں باشد

[۲] اس کی صحیح قرأت سدا رنگ ہے یہ نعمت خاں کا خطاب تھا کا بھی ہے ممکن بطون

بسر میکرد - درایامیکہ بعد فوتِ موتمن الدولہ اسحق خاں شوستری و پسرش نجم الدولہ
کہ قدردان و معونت رسان او بودند باسالار جنگ برادرِ خورد نجم الدولہ اش اتفاق
افتاد ہمراہ او از شاہجہان آباد بارِ سفر بربست خود را بشہر آورد کہ وطنِ اصلیٔ بزرگانش
بود انداخت و بعدِ توقفِ چندے بوساطتِ نواب سالار جنگ بملازمتِ نواب شجاع
الدولہ بہادر رسیدہ بدرماہۂ سہ صدروپیہ عزِ امتیاز یافت و ہرگاہ پیمانۂ عمرش
قریب بلبریز شدن بود کہ بہ لکھنؤ رسیدہ نقدِ حیات درباخت - گویند در حالت
اختصار بود کہ یکے از مشتاقین آمدہ گفت کہ من از مدت آرزوے قدم بوسیٔ شما
داشتم گفت امروز "آرزوئے شما تمام می شود - الحاصل رحلتش دریک ہزار و یک
صد و شصت و نہ ہجری واقع شد، جسدش را در لکھنؤ امانت گذاشتہ بودند بعد
انقضائے ایام موعودیہ شاہجہان آباد بردند و بخاک سپردند [1]

آفریں - شاہ آفریں لاہوری کہ اسمش فقیر اللہ بود در معاصرینِ خویش شاعرِ
شیریں زبان و قائلِ فصاحت بیان گذشتہ مولدش دار السلطنتِ لاہور است
و مدفنش نیز ہماں خطۂ شریف - در سنہ یک ہزار یک صد و پنجاہ و چہار ہجری رحلت

---

[1] آرزو در جمادی الاخریٰ سنہ تسع و ستین و مائۃ والف (۱۱۶۹ھ) در بلدۂ لکھنؤ فوت
کرد و در ہمیں شہر مدفون گردید - مولف کتاب (غلام علی آزاد) گوید

سراج الدین علی خان یادرعصر	زمرگ او سخن را آبرو رفت
اگر جوید کسے سالِ وفاتش	بگو "آں جانِ معنی آرزو رفت
	۱۱۶۹ھ

انتخابِ کلام [2]

نماند ہیچ جز ہیچ اختیار مرا	سپردہ بدستِ تو روزگار مرا
غرض بے طاقتی دل بچہ انداز دہم	شکنیم شیشۂ دل تا بتو آواز دہم
چنیں کہ شمع زسر گوشی چو دم کردی	بخاطر تو ندانم چہ احتمال گذشت
شکستہ پا نشیں آرزو بگوشۂ صبر	کہ شاہ مملکت فقر چوں ثمر تنگ است

[2] سرو آزاد صفحہ ۲۲۷ تا ۲۳۱

اوست۔ اگرچہ بیشتر اشعارش بطرزیکہ در متاخرین رواج دادہ است دیدہ شد، امابعضے شواہدِ معانیش کہ از رنگِ تکلف سادہ و از غایتِ ہجوم کرشمہ دلفریبی را آمادہ بودند بہ نظر در آمدہ نیز دریں سادہ کارِ فرنگ صورت تحریر می باید لہ

احقر - مرزا سلطان حسین احقر نبیرۂ مرزا داراب بیگ جویا، مردِ فہیمدہ و سنجیدہ از نسق شعر آگاہ است اما گاہ گاہے خیال باشعر نیا وردہ چوں طبعش موزون است دریں آخر عمر رباعی و یک غزل برائے رفعِ معصیت و اشتد علائے زیارت عتبات از خامۂ فکرش بیروں تراویدہ برائے یادگار بقلم آمدہ ٣ه

آزاد - میر غلام علی آزاد تخلص الحسینی الواسطی البلگرامی، مولدش محلہ میدان پورہ واقع قصبہ، بلگرام در زمین پورب - مردے بافضل وکمال است نسبش بعیسیٰ موتم الاشبال بن زید شہید بن امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام منتہی میشود چنانچہ خود گوید۔

گرچہ باشد موتم الاشبال عیسیٰ جدِ من ۔۔۔ عیسی جاں بخش مراہم بامداو نفس (کذا)

معنی موتم الاشبال یتیم کنندہ شیر بچہ ہا چوں طبعش بشکار شیر بیشتر راغب بود بایں لقب ملقب گشتہ و نیز گفتہ

لہ حسن را در اضطراب آرد شکوہ عجز عشق ۔۔۔ شمع می سو دبخود از شوخی پروانہا
تجرد جبت قاطع بود صاحب کمالے را ۔۔۔ قبائے بیضہ برتن می درد مرغے کہ کامل شد
مرد حق محکوم ناداں گر شود بیقدر نیست ۔۔۔ عزت مصحف زدست اندازِ طفلاں کم نہ شد
نہالِ مہر و وفا تاچہ بار سے بندد ۔۔۔ بہارِ حسن ترا آفریں تماشائی است

سرو آزاد صفحہ ۲۰۵

٣ه یا شاہ نجف نہ سیم و زر می خواہم ۔۔۔ نے لعل نہ یاقوت و گہر می خواہم
خواہم کہ شود مدفن من کرب و بلا ۔۔۔ راز ہر دو جہاں ہمیں قدر می خواہم

روز روشن صفحہ ۳۲

مرا بہ تیغ ستم کشت وگفت از سرِ ناز   چراغِ دودۂ زیدِ شہید روشن شد

تحصیلِ علم خود را او در خزانۂ عامرۂ خود می نویسد کہ از پنج استاد است ، اول میر طفیل محمد[۴] کہ استاد در سبقش بود و دوم میر عبدالجلیل[۵] کہ پارۂ لغت وحدیث و سیر نبوی و فنون آداب از و یاد گرفتہ۔ سیوم میر سید محمد[۶] کہ عروض و قوافی و بعض فنونِ ادب از . استفادہ کرد۔ چہارم شیخ محمد[۷] حیات کہ در مدینۂ منورہ صحیح بخاری از و دریافتہ و اجازتِ صحاح ستہ وسائرِ مفرداتِ مولانا حاصل گشت۔ پنجم شیخ عبدالہادی طنطاوی طاب مضجعہ کہ در مکۂ معظمہ بعض فوائدِ علم حدیث از زبان مبارک بر لوح خاطرش نقش بست وبیعت بہ سید لطف[۸] اللہ بلگرامی کردہ، مرد سیاح وجہان دیدہ است از مدتِ مدید از وطن مولوف بر آمدہ در ختِ اقامت بہ اورنگ آباد انگندہ۔ و امرائے دکن او را از اکابرِ فقرا میدانند دیوانے عربی و فارسی و تذکرہ ، ید بیضا و سرو آزاد و خزانۂ عامرہ از تالیف اوست اما عربیش بر فنون دیگر ترجیح دارد۔ تصانیفِ او بہ لغتِ عرب تا بہ یمن رسیدہ و مقبول فصحا و بلغا گردیدہ[۹]

---

۴ در زمان مرخصی خال خود میر سید محمد شاعر بلگرامی نیابتاً خدمت میر بخشی و وقائع نگاری سیوستان (سیوہن سندھ) تا چہار سال انجام داد ند و در سنہ ۱۱۵۰ھ محمل سفر حجاز بستہ۔ آخر الامر چہاردہم ذی قعدہ سنہ ۱۲۰۰ھ بجوارِ رحمت آسودہ و در خلد آباد بجوار روضۂ خواجہ امیر حسن در عاقبت خانہ خود آرامید۔ سلطان عالم گیلانی مارہروی صاحب تذکرۂ حب الوطن تاریخ وفاتش (آہ غلام علی آزاد) یافتہ (فارسی بلگرام صفحہ ۲۹)

باشد گل بہار سخن یادگار ما   ایں لعل بے بہاست چراغ مزار ما

عیب مردم فاش کردن بدترین عیبہاست   عیب گو اول کند بے پردہ عیب خویش را

شیشہ ام بہر تہی ساختن قالبِ خود   قلقل اندوختہ ام ، خندہ کُن نزع من است

گفتم آں یارے کہ باشد شمع ایں محفل کجاست   آمد آوازے کہ در دل جو ، گفتم دل کجاست

میتواں ریخت عبیرے زغبار دامن   گر بہ گلگشت مزار شہدا می آئی

آگاہ - سید محمد خاں آگاہ تخلص برادرِ کلانِ نواب مختار الدولہ بہادر در وقت نواب آصف الدولہ بہادر چندے نائب صوبہ اودھ بود - مردِ ولایت زاد صوفی مذہب است از میر سلطان علی صاحب کہ صحبتش را دریافتہ تسبیح رسیدہ کہ اکثر اوقاتِ نطقش نشستہ و برخاستہ وخفتہ و بیدار بہ ذکر و شغل حاوی می نماید گاہ گاہے خیالِ شعر ہم میکند حالا در لکھنؤ میباشد، عمرش قریب بشصت خواہد بود۔

انجام - نواب عمدۃ الملک امیر خاں کہ انجام تخلص میکند - مقربِ خاقان خلف میر میران امیر خان یزدی کہ در عہدِ حضرتِ خلد مکاں ناظمِ صوبۂ کابل آں بزرگ بودہ جوانے بود یوسفِ مصرِ خوبی وگل سرسبدِ گلستان محبوبی شور مرزائی و رعنائی اش تمام ہندوستان را در گرفتہ ولطافت وظرافتِ طبع آویزۂ گوش روزگار گردیدہ ہمیشہ درکارِ بادشاہی مشیر وپیوستہ برمسندِ امارت دریائے کہ شیخ محمد علی حزیں ازاں دیار بہ شاہ جہاں آباد تشریف آوردند اول کسے کہ با تواضع سلوک ہائے نمایاں ہم از پیشِ خود وہم از طرف بادشاہ پیش آمد او بود۔ مولفِ تذکرۂ ریاض الشعراء والہ داغستانی می نویسد کہ اکثر دقائق سخن از فیض صحبتِ نواب عمدۃ الملک استفادہ کردہ ام غرض کہ بجمیع خوبیہائے ضائع آلہی ومظہرِ تجلیات نامتناہی گذشتہ چوں باوصف ایں ہمہ کمال در ہر فن دستِ رسائی داشت گاہ گاہے ہمت بصیدِ غزالان معنی نیز می گماشت[۱] بلکہ سوائے شعر از قسمِ تعبیر و معما ہم بسیار گفتہ۔

براوج بے کسیٔ ما پرِ ہما نرسد　　　رسیدہ ایم بجائے کہ کس بما نرسد

مارا ہوائے گلشن و باغے نماندہ است　　　اے بوئے گل برو کہ دماغے نماندہ است

یار احوالِ دل از من پرسید　　　غنچۂ لالہ بدستش دادم

ان برمسندِ امارت امیر - در بابے کہ ۲ (۱) گذاشت

اکسیر ۔ عظیمائے[۱] اکسیر تخلص موطن و مولدش. بجز ازیں کہ مردم ایرآن بود معلوم نیست در شعر خود را از شاگردان رفالیض ابہری کہ یکے از تلامذہٗ مرزا صائب علیہ الرحمۃ بود قرار می داد از ایران بیروں برآمدہ مدتے در دار الخلافہٗ شاہجہاں آباد استقامت داشت باآلاخر بہ بنگالہ رفت ہماں جا رخت حیات در نوشت[۲]

جلوہٗ آں سروِ قامت دیدہ ام　　　　من بچشم خود قیامت دیدہ ام

امین ۔ تخلص مرزا محمد امین خاں بہادر نیشاپوری سید مولوی پسرِ مرزا یوسف کور خواہرزادہٗ نواب سعادت[۲۱] خاں بہادر مرحوم است فقیر ہمراہ مرزا قتیل در شاہجہاں آباد روزے بخدمتش رسیدہ بود ظاہرِ حالش بجمیع فنون و فضائل آراستہ دید فارسی زبان خود زبانِ اوست ۔ سو

تا چند بدل ضبط کنم آہ و فغاں را　　　　وقت است کہ بیروں بکنم راز نہاں را

آذر ۔ لطف علی بیگ نام دارد و قومش شاملو و موطن و مولدش دار السلطنت صفاہان از بعض اہل زبان تحقیق پیوستہ کہ اصلش از ہرات بودہ و ازیں سبب است کہ پیوستہ باالہ وردی خاں شاملو ہراتی طریق رسل و رسایل مسلوک داشت بالجملہ مرزای مذبور در بلدہٗ صفاہان بقدرِ علوم رسمی تحصیل کردہ بسبب موزونیت شعر گفتن آغاز نہاد ۔ و در آں روز با تخلص محروم بود ۔ گویند خدائے عز و جل حسن و جمالے بادے کرامت کردہ بود کہ در تمام شہر ہمتائے خود نداشت روزے در مجلس وارد شد کہ مرزا محمد جعفر راہب و آغا محمد عاشق در انجا حاضر بودند عاشق از محروم سوال کرد کہ شما چہ تخلص میکنید گفت محروم و او نیز از عاشق استفسارِ تخلص کرد گفت عاشق، بعد ازاں مرزا جعفر التماس کرد کہ شما چہ تخلص می فرمایند گفت بندہ

---

(۱) اکسیر آغا عظمائی ۲۱ دوسرے نسخے میں مرقوم ہیں؟

[۲] در ہندوستان رسیدہ بلباس سپہ گری میگزرانید و دیوان و مثنوی او بہ رتبۂ قبول اساتذہ رسید (صبح گلشن صفحہ ۳۲) م.

عاشقؔ محروم - اہل مجلس ازیں لطیفہ بے اختیار خندہ زدند و محروم ازیں معنی بر آشفتہ چوں بخانہ عود نمود دیوان اولیش از کینہ در او جاغ گذاشت و تبدیل تخلص نمودہ متخلص بہ آذر شد و ہم چنیں از ہر جا تلاش نمودہ دیوان دوم راہبؔ را نیز بہ آتش سوزاند چوں مشیت ایزدی بریں رفتہ بود کہ علم استادیش بلند شود حق تعالٰی او را زبان و بیان عطا فرمودہ کہ در بست سہ سالگی کوس لمن الملکی در دار السلطنت صفاہان کوفت - روزے چند بقصدِ زیارت حرمین زادہما اللہ شرفاً از موطن برآمدہ بود از زیارت بافراغت حاصل کردہ بعد معاودت بآں طرف نمود از آں زماں تا امروز در صفاہاں رونق افزا است - اکثر شعرائے آں شہر از صحبت او مستفید اند سوائے آغا تقی صہبا و شاگرد انش ہمہ حلقہ شاگردیش بگوش کشیدہ اند و الحق کہ بعد آغا محمد عاشق و مرزا جعفر راہبؔ ذات شریفش از مغتنما روزگار است و سوائے شاعری از چند مدت اکثر علوم را نیز مداومت نمودہ از تصنیف اوست مثنوی در جواب معراج الخیال و یوسف زلیخا و دو دیوان غزل با قصائد و رباعی و مسمط ترجیح بند عمر شریفش نزدیک بہ شصت سال است [۱]

اشرف - صفاہانی در صفاہان از برائے آنکہ عرب است مرزا اشرف عامری گفتہ می شود رباعیٔ پاکیزہ از و بسمع رسیدہ [۲]

---

[۱] آمد شب و وقت یارب آمد | یارب چکنم دگر شب آمد
مرا عجز و ترا امید او دادند.... | ہر کس ہر چہ باید داد دادند
درد اکہ حریف راز دانم .... | حرفے زد و کرد بدگمانم
ایکہ گفتی بعد ازیں کار ترا خواہم ساخت | فکر دیگر کن کہ ہجراں کار خود را ساختہ

(آتش کدہ آذر صفحہ ۲۲۹)

[۲] میرزا اشرف اصفہانی اصلش از عرب و منشاش ملک ایران است -

ماہے کہ صباحت از جنبش می ریخت | مشک از سر زلف عنبرینش می ریخت
چوں شاخ شگوفہ دیدم از غارتِ باغ | می آمد و گل ز آستینش می ریخت

(روز روشن صفحہ ۴۹)

الفی - میرخان الفیؔ جوان خوش گوشت وخوش رو وبخدمتِ خواجہ میر دردؔ خیلے اعتقاد داشتہ بودہ است فقیر او را از دور دیدہ در روزے در شاہجہان آباد دار د مشاعرۂ فقیر نیز بود۔

انیس - موہن لعل انیسؔ، قوم کائیتھ بزرگانش قانون گوے پرگنۂ گوپاموٗ سرکارِ خیرآباد بودہ اند وخود نوکری پیشہ است از مرزا فاخر مکینؔ استفادۂ شعر ولوازمِ آن کردہ فقیر او را در لکھنؤ دیدہ بسیار بدل گرمی پیش آمدہ لہ

لہ نیکو لب ولہجہ وشریں کلام بود سو

نوبہار مرشک، گلگوں کرد　　رشک گلدستہ آستین مرا
چاک یکدست کرد، دست جنوں　　جیب ودامان وآستیں مرا

(صبح گلشن صفحہ ۴۷)

حرف الباء

بیخبر[۱۰] میر عظمت اللہ نام دارد خلف الصدق میر لطف اللہ عرف شاہ لدھا حسینی الواسطی مولدش بلگرام از شعرائے اہل تصوف بودہ و در فقر و فنا از اکثرے گوے سبقت ربودہ شاہجہان آباد در سنہ یکہزار و یک صد و و در حلت کردہ مزارش جوارِ مرقدِ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا بداونی دہلی قدس سرہٗ واقع است، عارف اللہ بود۔

برکت[۱۱] برکت اللہ خاں نام دارد و قوم شیخ برادر زادۂ اسد یار خاں مرحوم

---

۱۰ وفاتش روز دوشنبہ بیست و چہارم ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ در شاہجہان آباد اتفاق افتاد اورا در جوار مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی مدفون ساختند۔

آنجا کہ قوی نہ راہ باشد نہ دلیل   نے نجم و مہرو ماہ گنجد نہ خلیل
در عرصۂ عشق پائے عاشق لنگ است   آرے نرسد بجائے احمد جبریل

(خزانۂ عامرہ / فارسی بلگرام صفحہ ۴۳)

۱۱ در بدیہہ گوئی ملکۂ نیکو داشت روزے شاہ عالم بادشاہ بر قلعۂ شاہجہان آباد معروف پتنگ بازی بود کہ برکت اللہ خاں باریاب گردید و حسب الامر این رباعی بابدیہہ معروض داشت و مبلغ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت فاخرہ در جائزہ یافت سو

تا سلسلۂ جہان بدستت دادند   اقبال و ظفر عنان بدستت دادند
معلوم شد ز رشتۂ کاغذ باد   سر رشتۂ آسمان بدستت دادند

روز روشن صفحہ ۹۳

وفات در ۱۲۳۲ھ (جام جمشید نما صفحہ ۱۳۵)

و معروف جوان خلیق و خوش اختلاط و خندہ رو و عمدۂ خاندان است چنانچہ شرافتِ خاندانش در شاہجہان آباد شہرت تمام دارد۔ بزرگانش در عہدِ فردوس آرام گاہ چنیں اقتدار داشتند وہم آثارِ بزرگی و عالیجاہی او از عمارات شکستہ ہنوز پیدا بقول عرفی ؎

از نقش و نگارِ در و دیوارِ شکستہ　　آثار پدیداست صنادیدِ عجم را

در اوائلِ شوق شعر خود را چندے بہ میر محمد حسین کلیم تخلص کہ در زبان ریختہ تصنیفاتِ جید دارد نمودہ و آخر آخر مشقِ سخن پیش از [1] اعجب اصفہانی کہ ذکرش برصدر گزشت بپختگی رسانید دیوانے ضخیم ترتیب دادہ از چند سال بہ فقیر رابطۂ آشنائی درستے دارد عمرش قریب بچہل خواہد بود۔

بہجت[2]۔ قوم کایتھ مکھن لال نام دارد زاد بومش خطۂ بلگرام شاگردِ عوض رائے مسرت شاہجہان پوری است کری گوش بحدے دارد کہ جواب و سوالش برلوحِ کاغذ نوشتہ میتواں کرد و در لکھنؤ ملاقات ایں بیچارہ ہم شدہ

بیتاب[3]۔ محمد حیات نام دارد و شاگردِ رائے سرب سکھ دیوانہ مولدش

---

[1] ن ۔ از سردار بیگ اعجب اصفہانی

[2] ذہین و طباع و خوش فکر بودہ در اوائل سنہ ۱۳۰۱ھ درگزشت دیوان فارسی از و یادگار است ؎

بہ تعظیم رقیباں تا بکے ہر بار می خیزم　　ہماں بہتر کہ من از بزم او زیں عار برخیزم

گر بود صبر رسد درد بدنداں روزے　　حیف در حیف کہ من صبر ندارم چہ کنم

فارسی بلگرام صفحہ ۵۱

[3] در ابتدا شاگرد محمد صدیق سخنور۔ زمانیکہ از وطن بہ لکھنؤ رسید چندے با رائے سرب سنگھ دیوانہ وبعدش با مرزا قتیل مشورۂ سخن می نمود بصلۂ قصیدہ کہ در مدح ابوالمظفر غازی الدین حیدر گفتہ بمشاہرۂ صد روپیہ ملازم بارگاہ شاہی گردیدہ واز حضور شاہی بجائے بیتاب امید تخلص یافت ؎

با رقیب آں آشنائی گریہ می آید مرا　　با منت ایں بیوفائی گریہ می آمد مرا

خانہ روشن ز سوزِ داغ من است　　داغ چشم من و چراغ من است

صد رخنہ در دلہا کند جنبیدن مژگان تو　　جانہا بغارت می برد یک دیدن پنہان تو

(روز روشن صفحہ ۱۱۱)

خطۂ بلگرام است درایامے کہ فقیر ہمراہِ غلام علی خاں ولد بھکاری خاں کہ مشاراً الیہ
از پیشگاہِ خلافتِ جہاں بانی خلعتِ نوازش شاہانہ برائے بندگان عالی وزیرالممالک
نواب آصف الدولہ بہادر و سرشٹن گورنر بہادر آوردہ بود درسنہ یک ہزار و
یک صد و نود و ہشت صعوبتِ سفر کشیدہ از شاہجہاں آباد در لکھنؤ رسیدہ و بعد
چندے بسبب برہمی، مزاج کہ تفصیل آں قضیہ دور دراز است از وجدا
شدہ خواستم کہ ہمراہ قافلہ شاہجہاں آباد عطفِ عنان کنم مرزا محمد حسن قتیل[۱]
کہ در آں روز ہا نوکرِ نواب بود نظر بر سوابق آشنائی نمودہ مرا ازیں ارادہ
باز داشتہ گفت مگر برائے بادیہ پیمائی آمدہ بودند حالا چندے باشید و سیر
ایں معمورہ ہم بکنید القصہ بمکان مشار الیہ بر و تار رختِ سفر را کشادہ فروکش
گردیدم بسیار بخلق و تواضع پیش آمدہ۔

بلیغ کہ حاجی قدرت اللہ نام دارد قوم شیخ متوطن پرگنہ میر محمد[۱] از اولاد
فخر الدین زاہد صاحب استعداد بلیغ است در علم نحو مستعد و صوفی مذاق۔
ساقی نامہ در جواب ساقی نامہ ظہوری گفتہ و شش، دیوان غزل تصنیف کردہ[۲]
بیدار میر محمدی[۳] بیدار از مشاہیر شعرائے ریختہ گو است گاہ گاہے فکر شعرِ فارسی
ہم کردہ و میکند[۴]

---

[۱] ن - از اولاد مخدوم محی الدین زاہد - [۱] ن - میر محمد

[۲] متوطن قصبہ اکدن سابق عم تخلص می کرد - صاحبِ دیوان فارسی چند سال شد کہ طرف کعبۃ اللہ
رفتہ بود شنیدہ می شود کہ الحال بطرف نواح دکن استقامت دارد طبقات الشعرا شوق صفحہ ۲۴۹

[۴] مرید مولانا فخر الدین چشتی دہلوی در ۱۷۹۲ء بمقام آگرہ انتقال کرد

فزود شعلہ صفت گریہ سوز داغ مرا	سرشک روغن بادام شد چراغ مرا
چناں بہ بادیۂ عشق گم شدم بیدار	کہ کس نیافت بجز درد او سراغ مرا
در انجمنے کہ غیر من نیست	گنجائش حرف ما و من نیست
کیست آں کافر بد کیش چہ گویم بیدار	آفتے بود کہ از دیدنش ایمانم رفت

(دیوان بیدار)

رخ نمودی و دلم بردی و شیدا کردی　　سنگ با شیشہ نہ کرد انکہ تو بلما کردی
دوستاں مجمع یاران شما ارزانی　　واگذارید بمن گوشۂ تنہائی را

باسطی ۔ کہ بندہ علی خاں نام دارد و مخاطب بشیر افگن خاں نبیرۂ دختری نواب شیر افگن خان پانی پتی و پسر نواب عزت خاں و داماد روشن الدولہ کہ سلسلۂ ایشاں منتہی مشہور بہ سید نعمت اللہ ولی مولدش دار الخلافہ شاہجہان آباد است اوایل عمر کتب فارسی را بطور بزرگ زادگان پیش یکے از دانشمند استفادہ نمودہ چوں موزونیت جبلی داشت واکثر بہ شعر گفتن مشغول مے بود بخدمت استاد فاضل و شاعر کامل میر محمد افضل ثابت الہ آبادی کہ اصلش از اکبرآباد است غزلہائے خود را برائے اصلاح می فرستاد و نگین مہرش ایں مصرعہ کندہ بود۔ مصرعہ

شیر افگن خاں مرید ثابت است

وایں دلالت دارد بر فرط اعتقادش وآں روز ہا تخلص سبقت بود۔ ودادین فصحائے ایراں مثل بابا فغانی و نظیری او جمع نمودہ میگویند دیوان مرزا قلی میلی از وقت او در ہند رائج گشتہ۔ بتائید ربانی وفیض کتابہائے خودش دیوانے بترتیب دادہ چوں بحسب آبخور و جلائے وطن کردہ روزے در بنارس شرف اندوز ملازمت شیخ محمد علی حزیں گردیدہ و دیوان خود را بملاحظۂ ایشاں در آورد نظر ایں کہ بر حسن وقبح او مطلع فرمایند شیخ فرمودند کہ از اول تا آخر شستنی است، برائے موزونیت طبع گاہ گاہے فکر رباعی مضائقہ ندارد وچنانچہ ہم چنیں کردہ از اں وقت بسبب اینکہ مرید خواجہ محمد باسط اکبرآبادی شدہ بود باسطی تخلص قرار داد ہر گاہے کہ میر شمس الدین فقیر بعزم زیارت عتبات عالیات از دہلی بہ لکھنؤ سفر کرد، نواب مذکور خود را بشاگردیش در آوردہ برگفتن رباعی اکتفا داشت کلامش بیشتر در مرثیۂ سید الشہدا علیہ السلام و مدح باقی ائمہ اطہار است واز بسکہ صاحب ثروت بودہ در شاہجہاں آباد شعرائے آنجا از قسم صلہ وغیرہ رعایات بیشتر کردہ عمرش قریب ہشتاد

خواهد بود در لکھنؤ در یک ہزار و یک صد و نود و نہ ہجری بجوار رحمت آلہی پیوستہ۔

پیام - میر شرف الدین علی نام دارد فکرِ شعر فارسی و ہندی ہر دو می گوید[۱]، اصلاح شعر از خان آرزو گرفتہ و بعد فوت یا فتن از و منحرف شدہ طرز میرزا جلال اسیر را[۱] می پسندید و خیلے اعتقاد باو داشت چنانچہ خود گفتہ۔

پیام از امتان میرزا بود   اگر دیوانگی پیغمبری داشت

دیوانش در لکھنؤ از نظر فقیر گذاشتہ [۲]

پروانہ - اسمش رائے جسونت سنگھ والدش راجہ بینی بہادر نائب مختارِ سرکار علیین مکانی وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ بہادر بودہ حالا در آوانِ دولت وزیر اعظم دستور معظم آصف الدولہ بہادر دام اقبالہ در کنج انزوا نشستہ بالجملہ رائے مذکور در کمی عمر اکثر کتب فارسی تحصیل نمودہ و دوادین و تذکرہ ہائے اساتذہ فراہم آوردہ قدرتِ شعر گوئی دولتِ طبع بدرجۂ بلیغ بہم رسانده گوئے سبقت از ہمرادانِ خود ربودہ و برائے ایں چیز ہا کم کم خیال بدیگر فنون غریبہ مثل طب و رمل و سیر کتب تواریخ و نوشتن خطِ شکستہ با شفیعا نیز دارد اصلاحِ شعر فارسی از رائے سرپ سنگھ دیوانہ گرفتہ چوں از چندے خیالِ شعر ہندی ہم دامنگیر حالش شدہ دریں فن تعین استادے ندارد بقوتِ فارسی ریختہ را بخوبی سرانجام میرساند بلکہ در قصائد ہم دست انداز است و ازیں جہت است کہ جوششش بہ شعرائے ریختہ گو بسیار

---

[۱] ن - ہر دو می کند اما بیشتر مزاجش بطرف فارسی مائل بود

[۲] دیوان ہفت ہزار بیت فراہم کردہ در عشرۂ اوسط خامس بعد مأتیہ و الف (۱۱۷۵ھ)

پیام اجلش دررسید [۳]

اشک گرم کہ رہش دوش بمژگان افتاد   آتشے بودہ کہ ناگہ بہ نیستان افتاد

ایام زندگی ہمہ با ایں و آں گزشت   عمر عزیز ما چہ قدر رایگاں گزشت

مرا از غم مردن بدل گرانی بود   کہ عمر جانم اگر بود زندگانی بود

شمع انجمن صفحہ ۵۴

دارد دیوانِ فارسیش قریب دو ہزار بیت بر بیاض دیدہ شد زبانش عاشقانہ
شستہ و رفتہ است ؎

ما بہ معنی بُت پرستی می کنیم   گرچہ در صورت مسلمانیم ما

شاہ پنچھا۔ پسر سوبھا رام طبیب قوم کایتھ کہ موی الیہ بعد مشرف شدن باسلام بہ سبب رجوع مخفی کہ در جناب غوث الاعظم داشت غلام محی الدین نام گذاشتہ۔ جوان شوریدہ سر و آزاد مزاج بود فکر ہندی و فارسی ہر دو می کرد ؎

رشتۂ طول امل تار و فلک طنبور است   چہ قدر بر سر این کاسۂ خالی شور است

بیدل ۔ مرزا عبدالقادر بیدل تخلص، اگرچہ ذکر این بزرگ درین تذکرہ آوردن واجب نبود واما چون بنائے این عمارت از شاعران احیاے عہد فردوس آرامگاہ است و مشار الیہ ہم تا اوائلِ جلوس والا بقید حیات بود لہذا ضرور افتادہ کہ اگر برخے از احوال و اشعار او نیز صورتِ تسطیر یابد خوب است باید دانست کہ اصل مرزائے مذبور از گروہ ارلاس است در بلدۂ عظیم آباد از گلستانِ عدم درین تماشا گاہ خرامیدہ و خود را در بلادِ ہند انداختہ نشو و نمائے یافتہ بر نظم و نثر و زبان ترکی خود مغرور بود ہمیشہ کوس لمن الملکی درین فن کوفتہ آوازۂ شہرت خود را بہ اطراف و اقطارِ ممالک ہندوستان و غیرہم رسانیدہ الحق شخصے پہلوان سخن بود از تصانیفش بقول میرزا[1] محمد رضا ہفت آثار کاغذ ورقے بیاد گار ماندہ ۔ آغاز شباب در رکاب

---

[1] در طب و رمل و شکستہ نویسی قدرت داشت (جام جمشید نما قلمی) در ۱۲۲۸ھ جہان فانی را پدرود کرد ؎

بے لعلِ بت، غنچۂ دل وا نتوان کرد   جاں را نہ پیام تو شکیبا نتوان کرد
وصلِ تو ز ہجر است بتر بہر عذابم   این طرفہ کہ جز وصل تمنا نتوان کرد

(روز روشن صفحہ ۱۲)

[2] تون - ملا محمد رضا

شاہزادہ محمد اعظم خلف خلد مکان نوکر بود آخر آخر بسبب برہم زدگی، مزاج کہ منشائے آں شنانہ کردن آں شاہزادہ بود از علائق نوکری بریدہ بہ شاہجہاں آباد کنج عزلت اختیار کردہ بقیۂ عمر را بقناعت گذرانید و در حایرہ جنس ہمت بزرگ از عہد خلد مکاں تا جلوس فردوس آرامگاہ ۔ حق تعالیٰ ہمہ خورد و بزرگ را پرورش می رساند تا آنکہ ہما بجا درگذشت، سال رحلتش یک ہزار و یک صد و چہل و سہ بود تربتش در صحن خانۂ خود کہ حالا خانۂ ویران محض است واقع شد[1]

بہار - مرزا محمد بہار تخلص در علم فقہ امامیہ دستی تمام دارد گاہ گاہے بمقتضائے موزونی طبع خیال شعر ہم کردہ و می کند فقیر او را روزے در سرکار نواب سالار جنگ کہ آں روز ہا تازہ وارد ایں شہر بود دیدہ[2]

---

[1] سیوم ماہ صفر سنہ ثلث و ثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۳ ھ) رخت بعالم باقی کشید

آخر زفقر بر سر دنیا زدیم پا — خلق بجاہ تکیہ زد و ما زدیم پا

باز بتیانانہ ایجاد نوائے می کنم — مطلب دیگر نمی دانم دعائے می کنم

بہ بہشتی تو امید است بہشتی ما را — کہ گفتہ اند اگر ہیچ نیست اللہ ہست

مآثر الکرام صفحہ ۱۴۸

[2] مرزا محمد لکھنوی از رفقائے نواب سالار جنگ بود سو

بعشق بے مدارا ساختیم یا رنج و محنت ہم — الٰہی طاقتے دہ کاو رم تاب سلامت ہم

بہارے سرو پا ہاروئے مرحمت یارا! — غلام خویشی خواندی لطف فرمودی عنایت ہم

روز روشن صفحہ ۱۰۴

حرفُ التّا

تحسین - کہ مرزا عبدالعلی نام دارد و شاگرد جدّ مادری خود مرزا داراب بیگ جَویاست درعین جوانی از کشمیر برآمدہ در لکھنؤ بملازمتِ نواب برہان الملک سعادت خان بہادرعزِ امتیاز اندوختہ و پیوستہ با شیخ شعرضائے کہ ذکرش در حرف میم تحریر خواہد پذیرفت ہم طرح بودہ طبعِ وقادے و ذہن سلیمے داشت مدتیست کہ در لکھنؤ بجوار رحمت الہیٰ پیوستہ [1]

تسلیم - کہ غلام اللہ خاں نام دارد مولدش قصور است پدرش از اعیان افاغنہ شہر مذبور بود مشارالیہ از صغرِ سن در دارالخلافۂ دہلی نشو و نما پذیرفتہ و در صحبت مرزا گرامی نکاتِ شعر یادگرفتہ و درآں زماں ہرچہ خود موزوں کردہ از نظرِ مرزا نسیم گذرانیدہ از مدتے در لکھنؤ با نواب شیر جنگ معزز بود حال درحضورِ نواب آصف الدولہ بہادر ممتاز است و وضع خواندان شعرش بر گفتش غالب افتادہ سرے با عمامہ وعصا ہم دارد و طرزِ مشائخانہ را از دہم آبردست [2]

تجـــرد - شیخ علی محمد تجرد لاہوری مردے بافضل و کمال بودہ گویند درفارسی

---

[1] ن شیخ عبدالرضائے متین

[2] غالباً در لکھنؤ رخت ہستی ازیں جہاں برداشت بسہ

این شیوہ کہ نامش آشنائی ست　　در مذہب ما سرجدائی ست

تحسینؔ زغمت ہلاک گردید　　من بعد تخلصش فدائی ست

(صبح گلشن صفحہ ۸۱)

دوراز آں آستاں چہ می پرسی　　آستین است و دیدۂ ترما

روز محشر شد و فردے قیامت آمد　　اے شب ہجر ترا ہم سحرے خواہد بود

(روزِ روشن صفحہ ۱۳۱)

واصطلاح ولغت علم بہ یکتائی می افراشت و در شاہجہان آباد ہمیشہ اوقات بعدہ باشی گذرانده [1]

توفیق ۔ مولوی محمد توفیق کشمیری لالہ جوئے ہشتاد و نہ سال در کشمیر وفات یافتہ در ہند نیامدہ در معنی بندی وتلاش مضمون تازہ چنانکہ از قدیم طور اہل کشمیر است نظیر نداشت و در مثنوی و قصائد وغزل وغیرہ بطور یگانۂ روزگار است گویند ذہانت طبعش بحدے بود کہ روزے حسب الالتماس عزیزے چند مصراع صائب را مصرعہا بہم رسانیده چوں دیوانش کشادند بعینہ ہمہ مصرعہا بودند روزے نظر باکمال خود می گفت کہ در شہر دو نیم شاعر است یکے من دیگے مولوی عطاء اللہ ہمادیہے تمام شہر ۔ قوت و قدرتش از اینجا قیاس باید کرد مثنوی در وصف سراپائے معشوق گفتہ در و داد معنی یابی ہا دادہ الحق کہ کار وسعت بستہ اوست شعرے در وصف بینی وچشم وابرو گوید ۔

بینی وچشم وابروے تو اے سیم اندام ÷ شاخ بادام دو بادام دو برگ بادام [2]

---

[1] شیخ محمد علی از شاگرداں شیخ خیراللہ فدا گجراتی وہم زمان نورالحسین واقف بود وخوش لاہوری المولد واصلش در ملتانیاں محدود واکثر اوقات مجردانہ در کوہستان جنو وجموں بسر زانیده و در سنہ یکہزار ویکصد و ہفتاد و نہ در زاویۂ مرقد گزید سو

اے زلیخا نا توانی طالب دیدار باش	عاشق فرزند پیغمبر شدی ہشیار باش
جزائے قسمت زلیخا کہ سوز بہ دیدے	قیامت است پسر از پدر جدا کردن

(صبح گلشن صفحہ ۸۰)

[2] بعمر تسعہ وثمانین (۸۹) داعی اجل را لبیک اجابت گفتہ سو

سرو را جائے تعجب نبرد سایۂ تو	خویشتن را اگر از اہل نظر پنہاں کرد
بادشاہ دو جہانی وزمیں بوس ترا	آں شرف نیست کہ خود گم از نتواں کرد
رسیده بود بداں کار سر در اکہ شود	جہاں بدیدۂ مردم زدود کفر سیاه
کہ آمدی پے اطفائے آں ز مشعل قرب	بداں شتاب کہ وا ماندہ شاہراہ [illegible]

روز روشن صفحہ ۱۳۶

حرف الثا

• ثناؔ - شیخ آیت اللہ ثنا بزرگانش اہل خطہ بودہ اند خودش از شاہجہاں آباد است در وقتے کہ شیخ علی حزیں تشریف بدار الخلافہ آوردہ در حویلی عمدۃ الملک مرحوم استقامت گرفتند مشار الیہ دراں روز ہا غزلہائے خود را برائے اصلاح بخدمت شیخ صاحب می برد مردِ دانا و قابل بود و فکرِ سخن بسیار کم کردہ آں را بہ تتبع شیخ بسیار بہ سنجیدگی گفتہ از مدت دراز بہ پورب بعزت و حرمت تمام بسر می برد و چند سال است کہ بعالم بقا شتافتہ لہ

ثبات - میر محمد عظیم ثبات خلفِ میر افضل ثابت کہ مولدش الہ آباد است گویند سر طبع موزونی داشت و بر جادۂ شعر و شاعری استادانہ قدم می نہاد خان والہ داغستانی در تذکرہ می نویسد کہ کلام خود را برائے مشورہ پیش من می آورد - واللہ اعلم

ثابت - تخلص میر محمد افضل است دادشخصے بافضل و کمال بود چنانچہ خود گوید سہ

شاعری ننگ ما بود ثابت　　ماکہ ہستیم افضل الفضلا

گویند در علم فقہ و حدیث مہارتِ کلی داشت اصلش از بدخشاں است

لہ شیخ ہبۃ اللہ - وطنش خطۂ دلپذیر کشمیر است - کلامش دلنشیں و دلپذیر دارد و اواسط مائۃ ثانی عشر بدار عقبیٰ ارتحلت سہ

زاں حسن مدام شور و غوغا شدنی ست　　زاں زلفِ دراز فتنہ برپا شدنی ست

از قامتِ او قیامتے در عالم　　امروز اگر نگشت فردا شدنی ست

(صبح گلشن صفحہ ۹۹)

و تولدش بعضے در دہلی و بعضے در الہ آباد و بعضے در اکبرآباد گفتہ اند امرائے آن عصر بسبب علم و فضل و لیاقت شعر و شاعری تعظیم و توقیرش بیش از بیش میکردند و دیگر سخن سنجان عہد ہم اور شاعر مسلم الثبوت میدانند، دیوانش قریب پنج ہزار بیت دیدہ شد، در سنہ یک ہزار و یک صد و پنجاہ و یک رحلت اوست [1]

---

[1] دوازدہم شہر ربیع الاول سنہ خمسین و مائۃ والف (۱۱۵۰ ھ) رخت زندگانی بربست و در شاہجہان آباد مدفون گردید [2]

قسم بہ مصحف گل، عندلیب باغ توام | برگ شمع کہ پروانہ چراغ توام
عکس رخ تو آئینہ را رونمی دہد | تسکین خاطرش بچہ صورت کند کسے
شمع افروختہ را کس نفزود شد ثابت | دائم وگرمی بازار ندارم چہ کنم

ماثر الکرام دفتر دوم صفحہ ۲۰۳

حرف الجیم

جہاندار

مرشد زادۂ آفاق جہاندار شاہ کہ جہاندار تخلص می فرماید ازبسکہ در جمیع فنون یگانۂ روزگار و وحیدِ زمانہ است بمقتضاے موزونیٔ طبع فکرِ شعر ہندی و فارسی چنانچہ باید می کند سلہ

سلہ مرزا جواں بخت قرۃ العین عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ دہلی مستجمع محامد و مناقب بسیار بود سہ

در بزم تو از آمدنم تاخیرے ہست — انبوہ رقیباں سرِ ہر رہگزرے ہست
بہار آمد بکن تدبیر جیب پارہ ام ناصح — کہ پیوندے نمی گردد چو گل چاکِ گریبانم

روز روشن صفحہ ۱۵۹

تاریخ وفات ۲۵ شعبان سنہ ۱۲۰۲ھ مطابق یکم جون ۱۷۸۸ء (دیوان جہاندار مطبوعہ صفحہ ۱۵۲)

حرف الحا

حشمت - محتشم علی خاں حشمت ولد میر باقر، اصلش از سادات خوست و مولدش دہلی بر فضائل باطنی وجاہت ظاہرش زائد بود، ذہن رسا وطبع ناقد داشت لہ

حشمت - مرزا امام علی بیگ حشمت تخلص برادر کوچک مرزا جعفر راہب برفاقت علی قلی خاں والہ داغستانی از صفاہان بہند آمدہ چندے بہمراہی برہان الملک سعادت خاں نیشاپوری عزامتیاز داشت۔ بعد چندے پائے بر پایہ ترقی مدارج اعلیٰ گذاشتہ بملازمت بادشاہ ذخیرۂ سعادت ابدی اندوخت واز پیشگاہ خلافت وجہانبانی بعطائے خلعت وخطاب عماد الدین خاں قامت مباہات برافراخت کم کم خیال شعر ہم کردہ وشعرش از خزانۂ عامرہ دیکے از جائے دیگر بہم رسیدہ۔ ٢ھ

لہ وطن اسلافش بدخشاں - میر باقی والد حشمت بزمانت محمد یار خاں ناظم شاہ جہان آباد بسر برد حشمت مشق سخن از عبدالرضا متین وخان آرزو نمودہ در سنہ ثلث وستین ومائتہ والف (۱۱۶۳) فجارۂ جادۂ عدم پیمودہ۔ سو

بیجاست مرا در غم وصلت مردن | پیش از دہن است نام لعلت بُردن
در آئینہ خود مگر بوسی لب خود... | روئے باید برائے حلوہ خوردن

صبح گلشن صفحہ ۱۳۹

٢ھ مرزا امام قلی مخاطب بہ عماد الدین خاں از امرائے محمد شاہ بادشاہ بود۔ سو

ما جور کشاں، نام نگیریم وفا را | پروردۂ دردیم نخواہیم دوا را
ازاں در پہلوئے خود میکنم دل رانگہداری | کہ بر گرد سر آں کاکل شکیں بگردانم

شمع انجمن صفحہ ۱۳۳

حزیں۔ شیخ محمد علی حزیں ولد شیخ ابوطالب گیلانی سلسلۂ نسب ایشاں از روے کتب تواریخ بشیخ زاہد گیلانی کہ پیر سلطان حیدر صفوی بود منتہی می شود، شیخ علیہ الرحمۃ دردارالسلطنت صفاہان تولد یافتہ ابتدائے عمر در صحبتِ والدِ نامدارِ خودش پارۂ از علم رسمی تحصیل نمودہ وبعدازاں قدم در مدارس گذاشتہ ازجابجا تمتع یافتہ در اصول وفقہ از قدوۃ المحدثین ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ مستفید شد علوم الٰہی وطبعی وریاضی از زبدۂ فضلائے نامدارِ ایران میر محمد مسیح متعی تخلص تحصیل فرمودہ، اما در شعر شاگردِ کس نیست وخود می نویسد کہ در ہفت سالگی غزلے در جوابِ شوکت بخاری گفتہ بودم او نیز برائے من آفریں کرد ونہ سالہ قصیدہ در جواب قصیدۂ اشرف الورمرزا طاہر وحید گفتہ علی روس الاشہاد خواندم نواب وحید الزماں مرا در بر گرفت وتحسین بلیغ فرمود وہم در مجلس موافق ارشادِ پدر والا مقدار غزلے در جواب مولانا محتشم بدیہہ رساندم ازاں روز از خدمتِ والدِ علامی اجازت گفتن شعر حاصل کردم۔ غرض کہ جامع علوم غریبہ وفنون شریفہ بود احوال شاعریش بر بالغان ایں فن ظاہر است۔ چوں وارستگیٔ مزاج مخصوصِ خاندانش بود ونیز بسبب عرض کہ شاہ را بادیم رسیدہ بعدِ زیارت عتباتِ عالیات وحرمین شریفین اکثر بلاد عجم وعرب را سیر کردہ بقولے چہل ودو سالہ وبقولِ ملا نظر علی ہمدانی چہل وشش سالہ در دیارِ ٹھٹھہ وبھکر تشریف آوردہ وازانجا نقل کردہ از راہ لاہور بہ دہلی تشریف ارزانی فرمودہ در حوالیٔ عمدۃ الملک امیر خاں مرحوم انجام تخلص پائیں شد بار بافردوس آرامگاہ خواستند کہ آں بزرگ را پیش خود طلبیدہ حظے از کلام وے بردارند زنہار قبول نکرد۔ چوں استغنائے مزاج او بر بادشاہ عالم پناہ باحسن وجہ ہویدا شد خودیک دوبار سوار قصدِ منزل گاہش کرد شیخ از آمد آمد اطلاع یافتہ بہ بہانہ زیارتِ خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی پیش از آمدنِ بادشاہ سوار شدہ در رفت چوں کرۃً بعد اخریٰ چنیں اتفاق افتاد تلاقی الطرفین فی مابین صورت نگرفت بالآخر بسبب منادی گشتن از زبان سخن چیناں وغوغائے حریفاں از دہلی بر آمد در بنارس رفتہ کنجِ عزلت اختیار نمود۔ فضل وکمالش

از کثرت اشتہار بے نیازِ اظہار است چوں عمرش از ہفتاد تجاوز کرد بداعیٔ اجل لبیک اجابت گفت و در ہماں شہر مدفون گردید و چند سال پیش از وفات مقبرۂ خود را بنا کردہ بود اکثر اوقات ہمانجا می نشست و در اکثر تصانیف اقوال او حکیمانہ است، مزاجش بتصوف بیشتر مشغول بود و بغوث الاعظم شیخ محی الدین جیلانی رح خیلے اعتقاد داشتہ بودہ است چنانچہ خود نیز قادری گفتہ می شد سجع مہرش علی ابن ابی طالب بود۔ از تصانیف اوست کتابِ فتح السبیل مشتمل بر تفصیل مذہب امامیہ و ترجیح صوفیہ بر جمیع فرق و چہار دیوان کہ مجموعۂ وے سی و شش ہزار بیت باشد و مثنوی و دیعۃ البدیعہ و ہر دو مثنوی میخانہ و رسالۂ کوچکے در حلت و حرمت اعم وحوش و طیور و رسالہ در علم موسیقی و ترجمۂ توریت و انجیل بزبان فارسی [1]

حسرت۔ ذوقی رام حسرت قوم بانیہ متوطن شاہجہاں آباد ہمیشہ در مطالعۂ دواوین متقدمین بودہ کسب زبان و اخذِ محاورہ از کلام اساتذہ کردہ زبان و بیانے بہم رسانیدہ کہ بے تکلف ایں بابا را تیج .... بابا فغانی و طرز شناسِ وحشی کاشانی میتواں گفت و از بسکہ بسیر مشق است دو دیوان ضخیم تصنیف کردہ یکے از عالم تلاش

---

[1] شب یازدہم جمادی الاول ثمانین و مائتہ والف (۱۱۸۰ھ) دامن از خارزار جہان برچید و در قبرے کہ در بنارس برائے خود ساختہ بود خواب راحت برگزید مولف گوید [2]

(آزاد) خزانۂ عامرہ صفحہ ۲۰

علامۂ عصر و شاعر خوب	افسوس کہ از میانہ برخاست
تاریخ وفات او نوشتم	از فوت حزیں حزیں دل ماست

[2] کلام

باشد بہ چمن ہر برگِ گل دام ہوسہا	رشک است بآزادی مرغانِ قفسہا
اے وائے بر اسیرے کز یاد رفتہ باشد	در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد
پیش از ظہورِ جلوۂ جانانہ سوختیم	آتش بنگ بود کہ ما خانہ سوختیم

(مآثر الکلام صفحہ ۲۲۵)

بطور متاخرین بوضعِ متقدمین عشق خیز و شور انگیز اما از بسکه در اشعارِ تلاشیش نیز فی الجمله آمیزش درد ے ہست لہذا میخواست کہ ہر دو را .... کند اکثر اوقات نواب اعظم الدولہ بہادر راعنی ابوالقاسم خاں صافی مرحوم کہ از کلامِ روح افزائش حظے برمیداشت بشار الیہ را نظیریٔ عصر میگفت در وقتے کہ مرزا ابوالمعالی عالی و مرزا صدرالدین و مرزا محمد علی فروغ شاہزادہ و دیگر مرزایان و نورالعین واقف واردِ شاہجہان آباد بودند و غزلے باہم طرح میکردند سخنش بر ہمہ معجز شد و در محاورہ ہرگز از وے خطائے نمی شد ازیں جہت اعتبارش نسبت بہ دیگر شعرائے ہند نزدیکِ مرزایان ایران بیشتر بودہ باوصفِ ایں کمال مردِ خود بیں و غریب و خوش اختلاط است و با فقیر از مدتے رابطہ آشنائی درست دارد۔[1]

حاتم ۔ شیخ ظہورالدین عرف شاہ حاتم ولد شیخ فتح الدین بقولش[2] تاریخِ تولدش حرف ظہور باشد از خاک پاکِ شاہجہان آباد است ۔ ہشتاد و سہ سال عمر دارد در ایامِ جوانی سپاہی پیشہ بود و ہم شعر ریختہ را بر روئے کار آوردہ ۔ دران وقت چندے بہ رمزی تخلص میکرد از بسکہ ایں خرابہ از قدردانان معمور بود امیرزادہ ہائے والا تبار و روسائے ذوالاقتدار او را بیش از بیش بتواضع و تعظیم پیش آمدہ بر مسند برابر خود جا میدادند و مناسب حال خود با ہر یکے زر وافر میگذارند۔ مردِ بزرگ

---

[1] لب و لہجۂ خوش یافتہ مدتے بسیاحت ملک دکن گزراندہ پس در شہر رامپور افغانان اقامت گزید و ہمانجا چادر فنا بر سر کشید سو

بسے می سوختم از گرمیٔ مہر تو در دلہا	چہ سازم ماہِ من اکنوں کہ گشتی شمع محفلہا
چو سرو استادہ برپا در رہت بر سو خوش اندامے	سرکویت خیابانے شدہ زیں پائے در گلہا
اشکے نفشاندیم کہ دریا شدنی نیست	صد شکر جگر گوشۂ ما ناشدنی نیست

روز روشن صفحہ ۱۷۰

[2] ن کہ بقولش

دجہاں دیدہ و فرسودۂ روزگار است عمر ہا بعیش و طرب بودہ و سالہا بناز و نعمت پرورش یافتہ حالا چوں کسے نماند بسبب مصلحتِ وقت ہوائے زمانہ را مختلف دیدہ متوکلی و خانہ نشینی اختیار کردہ۔ از ہندی گویان قدیم ایں دیار یادگار است و نام نامیش از بس شہرت بسیار مذکورِ زبان صغار و کبار طرزِ اولش در شعر بطور مضمون و ناجی و ابرو وغیرہ شعرائے ایہام بنداست و طرزِ آخرش باندازِ تازہ گویانِ حال بعض اشخاص نزدیک و دور شاہ مذکور را بسبب طوالتِ عمرش خود از رفتگان شمردہ حاتم ثانی قرار مید ہند لہذا دریں آخر عمر دیوانے کہ در زبانِ ریختہ گویان حال ترتیب دادہ نامش دیوان زادہ گذاشتہ تا رفع اشتباہ آنہا گردد اختلافِ زبانِ ریختۂ سابق و حال ہم دعویٰ بہم لہ القوم را مقرون بصدقِ نگر داند در فارسی ہم دیوان مختصرے بقدرِ چہار جز بطورِ متاخرین بیاض فرمودہ در یک ہزار یک صد و نود و ہفت در ماہ مبارکِ رمضان رحلت کردہ فقیر تاریخ رحلتش چنیں یافتہ

حاتم آں پیشوائے اہلِ سخن — کہ قدم در مقامِ فقر فشرد
حرفِ عمرش قضا بکزلکِ حک — چوں کہ از صفحۂ زمانہ سترد
سال تاریخ از خرد جستم — ناگہ ایں مصرعہ بگوشم خورد
کہ بگو مصحفی چو پرسیدت — آہ صد حیف شاہ حاتم مرد

۱۱۹۷ھ

کلام سو

شب کہ در بزم تو پروانۂ دیدار شدم — شمع می سوخت دراں پردہ کہ از کار شدم
آں پری دام بدوش از پئے صیدے می گشت — بیخبر بودم و یکبار گرفتار شدم

اے وائے گر نگہ بہ نگہ آشنا شود — دز دیدہ دیدن تو زمن می برد مرا

سلو فہم العلوم (ن رام پور)

چہ کنم گر بہ سر کوچۂ زلفش نزدم　　می دہد شوق قسم ہا بسر یار مرا

فتد آتش بجانِ ناتوانی ہائے من حاتم　　نہ دارم طاقتِ دیدار و می گویند یار آمد

نیست دل در برم از شوخیٔ صیادے چند　　حسرتے چند گرہ دارم و فریادے چند

حاتم ببیں کہ زاہدِ پرہیزگار را　　دل جائے دیگر است و نظر جائے دیگر ست

آں پری را ہوسِ دیدنِ خود پیدا شد　　عمرہا خدمتِ آئینہ فروشاں کردم

حیرت۔ اللہ وردی خاں حیرت شاملو بزرگ زادہ ہائے ہرآت بود گویند معنی و بیان و بدیع و عروض و قوافی و ہرچہ شاعر را درکار باشد جامعیت داشت۔ وعلم سیاق زاید فضائلِ مذکورہ مدتے پیش ازیں در پٹیالہ تشریف آوردہ بود باتمامی سردار جہاں خاں کرد راجانہ اختیار بود بانورالعین واقف کس فرستادہ نزدِ خود طلبیدہ ملاقات کرد غزلہائے وے شنیدہ پر محظوظ شدہ آفریں کرد طلسم حیرت مرزا بیدل و دیگر نظم و نثرش را بسیار می پسندید بالآخر بکابل بر گشت و مدتے دراں شہر بعیش و عشرت بسر آورد بوطن مالوفہ عود نمود از پنج سال درہماں جا ودیعتِ حیات سپرد مدت عمرش غیر ازیں کہ معمر بود معلوم فقیر نیست۔

حاکم۔ حکیم بیگ خان لاہوری حاکم تخلص میگذارد پدرش شادماں خاں کہ از بزرگان قوم بود وجدہ اش سیدہ دختر قاضی میر یوسف است کہ از سادات ہرات و قاضی بلخ گذشتہ چوں مشار الیہ در عہدِ خلد مکان بہند آمدہ توطن گزید حکیم بیگ خاں در آغازِ عصر فردوس آرامگاہ منصب عالی اعتبارے

بیدا کردہ بود آخر آخر لباس فقری را برخود درست کردہ سیر شاہجہاں آباد وکشمیر کرد زیارتِ حرمین شریفین دریافتہ ہم دریں سفر سیاحت ہائے دکن و دیگر اطراف نمودہ از یاران نزدیک بدل نور العین واقف است و در شعر شاگردِ شاہ آفریں لاہوری، دیوانے ترتیب داد، و تذکرہ شعرائے کہ صحبت آنہا دریافتہ نوشتہ و نام آں تحفۃ المجالس گذاشتہ بود آخر بگفتہ میر غلام علی آزاد بلگرامی برعایتِ ابہام" مردم دیدہ" گذاشتہ۔ سلو

سلو در ۱۱۸۲ھ اثنین وثمانین ومائۃ والف راہِ آخرت پیمود از افکار اوست سو

فلک بایں تن کاہیدہ اشکبارم ساخت ہزار شکر کہ تسبیح ذکر یارم ساخت
نہ بد ود آشنائی نہ بعشق راہ دارد بچہ کار آید ایں دل کہ کسے نگاہ دارد
بآں نگار، گل از شرم روبرو نشود ہزار رنگ شود بیک ہمچو او نشود

(نتایجُ الافکار صفحہ ۱۹۶)

حرف الخاء

خادم - مرزا نظر بیگ خادم بود و باش در مغل پوره بود بیشتر سبقت تخلص میکرد و بعدازاں خادم قرار داد - دو شعر او از اکرم علی خاں شنیده شد [1]

خرد - خواجه یحیی خان خرد نواده ذکریا خاں صوبه دار لاهور - صاحب طبع بلند و فکر ارجمند است گویند در فن شعر مزاولت بسیار کرده و صحبت با دیده [2]

---

[1] نظر بیگ خادم مشق سخن از میر محمد افضل ثابت اله آبادی نموده و بعهد محمد شاه بادشاه دہلی در سن ستین و مایته و الف (۱۱۶۰) بزیر خاک آسوده [3]

گر کند از قفس آزاد مرا　　　میکشد دوری صیاد مرا

صورتش دید و ز شرم آب نشد　　　حیرت از آئینه رو داد مرا

اے که میگوئی دم مردن فراموشم مکن　　　من که می میرم برایت چون فراموشت کنم

(صبح گلشن صفحه ۱۴۸)

[2] از اولاد حضرت قطب عالم - نواسهٔ ذکریا خاں صوبیدار لاہور مرد کہنه مشق بود از بدو شعور به شعر و شاعری مائل گشته و اکثر در خدمت شیخ حزیں علیه الرحمة حاضر بود سخن مربوط میگفت چوں بحسب اتفاق وارد لکھنؤ گردید از جناب ارشاد مآب (سرپ سکھ دیوانه) استفادهٔ کلام نموده چند سال است که فوت شد [3]

در کعبه ناتوانی ما را کجا رساند　　　از خانه تا به مسجد شاید خدا رساند

(سفینهٔ ہندی صفحه ۷۰)

حرف الدّال

دیوانہ - رائے سرپ سُکھ دیوانہ قوم کھتری از قرابتیان راجہ رام نراین دیوان اعلیٰ نواب شجاع الدولہ بہادر مرحوم اصل بزرگانش پنجاب و پدرش از لاہور وخودش در شاہجہان آباد نشوونما یافتہ چوں از ابتدائے عمر موزوں طبع افتادہ بود بیشتر فکرِ شعر ہندی میکرد بصاحب کمالانِ دہلی مثل خواجہ میر درد وغیرہ ملاقات ہا داشت وقتے کہ بسبب برہمیٔ اوضاعِ شاہجہان آباد بہ لکھنؤ رسیدہ دریں دیار از استادانِ ہندی گو کسے را ندید آخر خیال فارسی را در مرجا داد انچہ دراں روزہا موزوں میکرد پیش شیخ عبدالرضائے متینؔ برائے اصلاح می برد تا آنکہ ہمدراں نزدیکی مرزا محمد فاخر مکینؔ از دہلی رخت بایں دیار کشید و در مجلس مشاعرہ زمزمہ غزل عاشقانہ را بلند آوازہ گردانید خیلے دلش رجوع بہ ایشاں آوردہ مرزائے مذکور را بہ استادی برداشت و ہمیشہ کلامِ خود را از نظرش میگذرانید حالا از چندمدت نقصِ صحبت بمیان آمدہ است بطورِ خود در لکھنؤ کوس لمن الملکی میزند زبانش شستہ ورفتہ است در وضعِ پوشاک وشعر تتبعّ اہل ایران کردہ عنان گسستہ براہِ سخن میرود در روانی طبع او را پرگو ساختہ سہ دیوان تالیف کردہ نام یکے عشقیہ ونام یکے دردیہ ونامِ یکے ذوقیہ گذاشتہ سلسلۂ اکثر ریختہ گویاں کہ دریں شہر می باشند باوی می پیوندد اگرچہ حالا خود ریختہ نمی گوید دیوان دردیہ اش از نظر فقیر گذشت [1]

---

[1] بعد از خرابی دہلی در لکھنؤ رحل اقامت انداخت [2]

نے روز راحت است نہ شب خواب چوں کنم	مردم ز درد، اے دل بیتاب چوں کنم
نہ پرسیدی مرا در نزع و رفتی وائے بیدردی	تو بیدرد دے ولے ہرگز نبود ایں جائے بیدردی

(روز روشن صفحہ ۲۳۵)

دیدہ - اعز[1] خاں دیدہ تخلص از شرفائے توران و عمدہ ہائے قوم مغل است در آوانِ دولتِ فردوس آرامگاہ پنجزاری ذات عز امتیاز داشت و اکثر بہ کابل می بود گاہ گاہے فکرِ سخن می کرد۔[2]

درد - خواجہ میر درد خلفِ شاہ ناصر کہ سلسلۂ ایشاں نقشبندیہ است و آں را مقابل نقشبندیہ مجددیہ محمدیہ ایجاد کردہ نام گذاشتہ درایام جوانی سپاہی پیشہ بود ازاں باز کہ پا بر بوریائے درویشی گذاشتہ و چشم از غیر حق پوشیدہ نہادہ ہمیشہ در کسب سلوک و فقر و نناد توحید و تصوف کوشیدہ و چشم از غیر حق پوشیدہ در زبانِ ریختہ بعدِ ایہام گویاں خیلے دادِ فصاحت دادہ چنانچہ دیوان مختصرے از و یادگار است و مقبول نظرِ فصحائے روزگار۔ چوں فضل و کمال داشت در راہ پُرخارِ فارسی ہم برغمِ دیگر ریختہ گویاں قدم نہادہ۔ از تصنیف اوست علم الکتاب و واردات و نالۂ درد در جوابِ نالۂ عندلیبِ شاہ ناصر و دیوان فارسی مختصرے مع رباعیات - تا دریں بزم دل افروز جانشین اوست: بحسنت زندگانی اکثر شاگردان و مریدان و معتقدان از ذات با برکاتش استفادہ ہا میگرفتند و ادراک صحبتِ کیمیا خاص او را لبسیار غنیمت می شمردند فقیر ہم گاہ گاہے بے غرضانہ صحبتش را دریافتہ است الحق کہ دریں پیری شخصے بود باغ و بہار و وجودے بود از بزرگانِ زمانہ یادگار - چند سال

---

[1] ن - اعزہ دیدہ -

[2] پسر کوچک اعز خاں بزرگ است از قوم ترکان از امرائے شاہ جہان بود بعد از فوت پدرش بجائے پدر نشست و بعد ازاں بصوبہ داری کشمیر سرافراز گردید

ابروئے تو زہ کرد کمانے بہ کینے   یک صید نیاسود زمانے بزمینے

(مردم دیدہ صفحہ ۱۶۳)

است کہ جائے خود را برادرِ خورد محمد میر آثر تخلص گذاشتہ رفتہ[19]

درد مند۔ محمد فقیہ دردمند در شعر و وضع شاگرد و متبع مرزا مظہر جان[20]
جان بود فکرِ ہندی و فارسی ہر دو میکرد و ساقی نامہ در زبان ریختہ از و مشہور
است۔

---

[19] در ۱۱۹۹ھ بعمر شصت و شش سال انتقال فرمود وصل خواجہ میر درد، تاریخ است سو
۱۱۹۹ھ

برسرکوئے توام یک بار می باید گریست | ابر تا داند کہ ایں مقدار می باید گریست
نے دوائے راست می آید نہ جاں ہم میرود | درد بر حالِ من بیمار می باید گریست
بجلوہ گاہِ تو غفلت خرامیٔ ما را | برنگ نقش قدم چشم غافل افتاد است

شمع انجمن صفحہ ۱۵۰

[20] ن جان جانان

[21] ہمراہ والد خود در اصغر سن از دکن بہ شاہ جہاں آباد درظل عاطفت شاہ ولی اللہ
نبیرۂ مجدد سہرندی قدس سرہا جاگرفت تبست کہ بجانب بنگالہ رفت سو

آں قدر با قفس افتاد سروکار مرا | کہ فراموش شد آخر رہ گلزار مرا
حق فریاد ادا می کند از ضعف قدس | گرد بسمل حد مرغ گرفتار مرا

(تذکرہ بے نظیر صفحہ ۱۶)

حرف الذّال

ذرّہ - مرزا محمد سمیع ذرّہ پسر حکیم محمد شفیع اکبرآبادی بزرگانش اہل خطہ بودہ اند و خودش در لکھنؤ تولد و تربیت یافتہ جدش مردم کشمیر بود در عہدِ خلد مکان بہ اکبر آباد نقل کردو والدش در مستقر الخلافہ متولد شدہ خلاصہ نسب آنہا مرزاست غالب کہ اصل ایشاں از ایران زمین باشد و خودش ہم میگوید کہ وطن آبائے مایزد است، محتمل کہ از یزد کشمیر آمدہ باشد بالجملہ مرزائے مذکور در سرکارِ نواب وزیر الملک نواب شجاع الدولہ بہادر بہ امر طبابت عز امتیاز داشت بعد رحلتِ نوابِ مغفور در آوانِ دولتِ نواب آصف الدولہ بہادر بسبب انقلاب ہوائے زمانہ محمل سفر را بزیارتِ عتبات عالیات بستہ عازم کربلائے معلیٰ شد تا آنکہ رفت و باز آمد و بار دیگر قبائل و عشایر خود را از لکھنؤ در ہماں ارض طیبہ بردہ رحلِ اقامت انگندہ چوں رسالۂ عروض و قوافی از میر شمس الدین فقیر کہ مولفش نیز میر موصوف است خواندہ و بعض غزلہائے ہم دراں روزہا از نظرش گذرانیدہ تہمتِ شاگردیش بایں تقریب برخود بستہ درست ساختہ و در شعر بزعم خود بہ تتبع اہل زباناں وشستہ گویاں خیلے غلو دارد دیوانش در لکھنؤ از نظر فقیر گذشت درائے قصاید و رباعی و ترجیع مجموع ہزار شش صد بیت دیدہ شد[1]

---

[1] با آخر عمر بہ کربلا رفتہ متوطن شد و ہمانجا در اوائل ۱۳۰۰ درگذشت ایں رباعی از وست:

گرما بگذشت و ایں دل زار ہماں سرما بگذشت و ایں دل زار ہماں
القصہ ہزار گرم و سرد عالم برما بگذشت و ایں دل زار ہماں

(شمع انجمن صفحہ ۱۶۱)

ذکا - میر اولاد علی ذکا پدرش میر غلام امام برادرِ اعیانیٔ میر غلام علی آزاد بلگرامی است مشارالیہ مشق سخن پیش میر مذبور کردہ از اشعارِ او کہ در خزانۂ عامرہ بود یک شعر انتخاب افتادہ [1]

ذہین [2] - برادر محمد برہان علی خاں رہین [3]

---

[1] تاریخِ ولادت ۲۷ رجب ۱۱۵۱ھ با میر آزاد تلمذ درشت چنانچہ خود گوید ؎

باشد جناب حضرت آزاد اے ذکا — استاد ما و قبلہ ما، افتخار ما

شاعر خوش فکر و بالغ نظر بود - در اوائل صدی سیزدہم (۱۲۱۵ھ) وفات یافت ؎

پنجہ از شوخی بہ دامانت زدن دستور نیست — ورنہ دست ما ضعیفاں ایں قدر کمزور نیست

ہمیں چناں بدل بار بار می آید — کہ بے تو زندگی من چہ کار می آید

تا وہد آب بگل اشک روان من و تو — بلبل اخلاص ضرر است میان من و تو

(فارسی بلگرام صفحہ ۵۲)

[2] ن - محمد حسن علی خاں -

[3] شیخ حسن علی خان لکھنوی نکتہ سنج و ذہین شاگرد میرزا فاخر مکین بود ؎

خوشا حال شہیدان محبت — کہ بر خاک رہت آرام کردند

ذہین روز وفا چوں بود چابک — سگ کوئے محبت نام کردند

در روز روشن صفحہ ۲۴۰

حرف الرا

راہب - مرزا محمد جعفر راہب مولدش دار السلطنت صفاہان بودہ از سادات عالی مقدار و نبایرِ سلاطین صفویہ گفتہ می شود چندے با شیخ ہم درس بودہ اگرچہ چنداں با علوم اشتغال نداشتہ اما در دانش و ذکا و فصاحت و بلاغت امتیاز تمام داشت علی قلی خاں والہ از تربیت یافتگانِ اوست ہر چند خانِ مذبور التماس آمدنش بہ ہندوستان کرد قبول نیفتاد ہماں جا برحمتِ الٰہی پیوست۔ سلہ

رفیق - سبزی فروش کہ اسمش آقا حسین است چوں در چار سوئے صفاہان چندے در صغرِ سن سبزی فروشی کردہ ازیں جہت نامش بہ سبزی فروش شہرت یافتہ مدتیست کہ آں پیشہ راگذاشتہ تا بقیدِ حیات بود بسبب فضیلت شعر پیشِ بزرگان عزت و حرمتِ تمام داشت در صفای کلام خیلے داد شستہ گوی می داد سہ سال است کہ ازیں باغ سبز بسبزہ زار گلستانِ عدم خرامیدہ۔ سلہ

سلہ از سادات طباطبا و نوادۂ فاضل مشہور مرزا رفیعا نایئی است سہ

گر پیش نہالِ قدِ تو جلوہ طراز است　　عذر گنہ سرو ہمیں بسکہ دراز است

خوشا بہ عشرت مرغے کہ آشیاں دارد　　نہ گلشنے کہ نہ گلچیں نہ باغباں دارد

(تذکرۂ بے نظیر صفحہ ۷۱)

سلہ آبائے او بہ ہمیں پیشہ معیشت می نمودند وے در سنہ یکہزار بست و شش در قید حیات بود باآں کہ بہرہ از نوشت وخواند نداشت شعر خوب می گفت سہ

اے روئے نکردہ سوئے دلہا　　سوئے تو مدام روئے دلہا

مرا در جسم تا جاں آفریدند　　بجانم مہر جاناں آفریدند

برائے مدعی ترک من اے پیماں شکن کردی　　ترا گفتم کہ ترک مدعی کن ترک من کردی

(روز روشن صفحہ ۲۵۴)

راسخ - سیالکوٹی کہ میر محمد علی نام دارد از اکابر شعرائے سرمایہ دار است، بامرزا بیدل و شاہ آفریں ہم طرح بودہ - کسب فن شعر از پیش پدرِ خود کردہ دیوان ضخیم ترتیب دادہ چوں شوخ طبع و ظریف مزاج افتادہ بود میلان طبع طرف ہجو بیشتر داشت و در فنِ فارسی نظم و نثر و موشگافیہائے فقرات و ابیات و مشکلہ کسے نظیرش نبود - در سنہ یکہزار و یک صد و پنجاہ در لاہور رحلت کردہ امانعش اورا بوطن مالوفش بردہ بخاک سپردہ اند[3]

راہین - میر برہان علی خاں راہین پسرِ نواب معز الدین خاں قوم شیخ ساکن لکھنؤ کسبِ فن گرامیٔ شعر از مرزا محمد فاخر مکین کردہ و تحصیل علم معقول و منقول از حافظ غلام مخدوم شاگردِ شاہ ولی اللہ دہلوی کردہ است[4]

رافت - مرزا عبداللہ رافت برادرِ مرزا علی رضا خاں قوم مغل خلفِ میر محمد کاظم بزرگانش از خزیمہ کہ قبیلۂ بزرگ از عرب بودہ اند و بتون کہ موضع است از ناصیہ مشہدِ مقدس استقامت داشتند میر عبدالصمد جدالشیان در عہد اورنگ زیب

---

[1] ن - راسخ [2] یہاں کوئی لفظ رہ گیا ہے۔

[3] صبح تخلص راسخ در وطن خود قلندرانہ بسر می برد و ہنگامۂ سخنوری گرم داشت قریب صد سال بزیست و در سنہ ۱۱۵۰ھ بجوار رحمت الٰہی پیوست بسیار خوش طبع خوش محاورہ انجمن افروز بود سو

زطرز آن نگاہم طاقت آخر ناتوانی شد ۔۔۔ مرا چشم سیاہ یار، افسون جدائی شد

نہ غرور است کہ سر پیش تو افراختہ ام ۔۔۔ گردنے راست پئے تیغ کجت ساختہ ام

(شمع انجمن صفحہ ۱۲۱)

[4] از شیوخ فاروقی لکھنؤ و عالی نشان و الانژاد است - در علم و فضل صاحب استعداد اولاً بعاشق متخلص بود و بعد شاگردی میرزا فاخر مکین بروزنش راہین اختیار نمود سو

تنہا نہ از تو وعدۂ فردا قیامت است ۔۔۔ امروز میروی تو و بر ما قیامت است

با اظہار غم دوری و عرض حال مشتاقی ۔۔۔ زبان فرسودہ در کام و حکایت ہمچنان باقی

(صبح گلشن صفحہ ۱۸۶)

وارد ہندوستان شده بجاگیر سرافرازی داشت خودش در لکھنؤ تولد یافته و توطن اختیار کرده از مدتے بر نظم بهادران دست از علائق دنیا افشانده بگوشهٔ بے نیازی بسر می برد چون پیرایهٔ حالش بزیور فضل و کمال آراسته است گاه گاہے بمقتضائے موزونی طبع فکر شعر ہم کرده خود را از شاعران نه گرفته ۔۱؎

رومی ۔ مرزا جعفر رومی تخلص که در لکھنؤ قیام داشت و ہم اینجا وفات کرده ۔۲؎

راغب ۔ مرزا سبحان قلی بیگ راغب تخلص جوان قابل و دانا از ابتدا فکر ریختہ بیشتر می کرد آخر آخر بگفتهٔ استاد یعنی مرزا محمد باقر منیر مرزا ترکِ ہندی گوی کرده کمر بر فکرِ شعر فارسی بسته ۔۳؎

۱؎ از ملازمان سرکار وزیر الملک نواب آصف الدوله بهادر بود ؎

نے ہمیں دل ز تم عشق بجاں می آید　　　دل بجاں، جاں بلب ولب بفغاں می آید

رانکت امروز مداں بزم مگر راه نیافت　　　که ز حسرت بقفائیش نگراں می آید

(ربیع گلشن صفحه ۱۷۱)

۲؎ صحیح تخلص روحی است ۔ ساکن رنبر پور ۔ در عهد شاه عالم بهادر شاه بطریق سیاحت به شاه جہان آباد بر خورده آخر کار در سنه اربع و خمسین و مایه (۱۲۵۴ھ) الف یا امن عدم کشید ؎

کشت چشم تو دلے فتنهٔ قامت باقیست　　　نیست آرام بر دن که قیامت باقیست

گرم جولان تا بخود چوں شمع سرتا پا شدیم　　　خوا ایش را جستیم چندانکه ناپیدا شدیم

(نتائج الافکار صفحه ۱۸۴)

۳؎ بنظم اردو اکثر و نظم فارسی کمتر توجه می نمود از دوستان سعادت یار خاں رنگین بود ؎

ہر کسے دارد بجائے خویشتن　　　فکر یارے از برائے خویشتن

کند از جا ہستون را کوہکن　　　تا کند محکم بنائے خویشتن

(روز روشن صفحه ۲۲۴)

حرف الزا

زیرک ـ پنڈت گوبند رام زیرک تخلص شخص جهاندیده بود شعر را بطور اہل خطہ بصفائی تمام می گفت معاصرین بر شاعریش اتفاق داشتند۔ ۱۹

سلو کشمیری لکھنوی طبع رسا و فکر فلک فرسا داشت شیخ محمد علی حزین لاہیجی در قطعہ زبان به ہجو کشاده دراز کرده بود این زیرک بمعانیہ اش ہم برآمده در جوابش قطعہ گفت و بسیار دراز نقیہا نمود چند اشعار این قصیده مرقوم می شود سه

شہسوار یکہ بدشت سخن از طبع رواں	تاخت چوں قدسی و طغرا و جلالا اشہب
واصف خطۂ کشمیر شد و سکانش	کہ عجیب است غریب اند عجم تا بعرب
آدم آنست کہ گوید ز بہشت و غلماں	ہرچہ آید بدل از معنی و لفظش برلب
نہ کہ چوں مرتد مجہول فرو مایہ فضول	کہ نہ از خلق خوشش بہره بود نے ز ادب

درد ز روشن صفحہ $\frac{۲۷۳}{۲۷۴}$

حرف السّین

سامی - مرزا[۱] خاں بیگ سامی ولد مرزا سعید قوم قبچاق بدخشی وطن بزرگانش کولاب است وخودش درکشمیر تولد یافتہ قریب پنج شش سال است بہ ہند آمدہ برفاقتِ نواب ابوالقاسم خاں مرحوم معزز بود چوں نوابِ موصوف در جنگِ ضابطہ خاں شہید شدہ جہاں گذران را پدرد کرد مرزائے مذکور از وقوعِ ایں واقعۂ جانکاہ غمناک شدہ خواست کہ باز بوطن خود عازم شود مخدراتِ سرادق عصمت یعنی واماندگان نواب اورا مانع آمدہ نگذاشتند کہ بکشمیر رود در قصائد وغزل و شاہنامہ بطور خود استاد است و در تاریخ گوئی بے نظیر فقیر را بایں بزرگ تا در شاہجہاں آباد بود اکثر اتفاقِ ملاقات می افتاد مذہب سنت وجماعت داشت۔ و دریں آخر عمر در سلسلہ قادریہ بخاندانِ حضرت خواجہ میر درد دستِ بیعت پیش نہادہ و ترجیع بند خوبے بمدح ایشاں بیاض کردہ چند سال است کہ داعیٔ اجل را لبیک اجابت گفتہ مدفنش بیرونِ ترکمان دروازہ در مقبرۂ خواجہ میر درد واقع شدہ[۲]

سنخور۔ بلگرامی محمد صدیق نام دارد در قوم شیخ عثمانی است منصبِ قضائے آں خطہ از چند پشت مفوض بہ بزرگان مومی الیہ بود الحال ہم بہ برادر بزرگش تعلق دارد غرضکہ قاضی گفتہ میشود و در طالب علمی و فن طبابت تمیز بقدرِ حال جہار نش

---

[۱] مرزا جان بیگ سامی ولد مرزا سعید بیگ

[۲] در دہلی نشو و نما یافتہ سہ

می آمد و برسن ز تبسم نظرے داشت	گوئی ز دل گم شدۂ من خبرے داشت
بختم نہ بدیں رنگ چو زلفِ تو سیہ بود	آخر نہ ز رویت شبِ ماہم سحرے داشت

(روزِ روشن صفحہ ۲۸۵)

هست واین چیز ہا از دیگر اساتذہ یاد گرفتہ و در فنِ شعر شاگردِ خان آرزو خود را می گوید فقیر را در لکھنؤ ملاقات باد افتادہ۔[۱]

سخا۔ زاہد علی خاں سخا مولد و موطنش لاہور بودہ است و ہمانجا پیش یکے از بزرگان تربیت یافتہ و قدم بر جادۂ شاعری مستحکم گذاشتہ با لجملہ از وطن بر آمدہ مدتے بہ کشمیر بسر برد روانیٔ الفاظ و لطافتِ عبارت از نظم و نثرش پیداست دیگر احوالش بشرح و بسط معلومِ فقیر نیست۔[۲]

سودا۔ کہ مرزا محمد رفیع نام دارد و در ابتدائے شوقِ شعرِ ہندی شاگردِ سلیمان قلیخاں وداد بود و نیز بہ شاہ حاتم رجوعے داشت۔ شاہِ مذکور بہ ہمیں جہت در تحریرۂ خود بہ اسامی شاگرداں کہ فہرست آں بر پشت سرِ لوح دیوان نوشتہ اسمش

---

[۱] پدرش قاضی احسان اللہ عشاق (قاضی شہر بلگرام) سخنور کلام اللہ از برکرد و مختصرات کتب درسی گزرانید عشق سخن در سایۂ تربیت میر نوازش علی (فقیر) می کند و فکر صحیح دارد در ۱۲۲۳ھ برحمت ایزدی پیوست سہ

تا بہ گلگشت چمن آں سرو قامت می رود | بر سر قمری چہ آشوب قیامت می رود
می غود سرمایۂ نازِ آں سپاہی پیشہ را | آنچہ از جنس نیاز من بغارت می رود

(فارسی بلگرام و مآثر الکلام دوم صفحہ ۳۵)

[۲] میرزا ہد علی خلف مرزا سعدالدین۔ حاکم لاہور بود وہا افاغنہ جنگہا نمودہ دستگیر آمد مدتے در اصفہان محبوس ماند در اواخر بہندوستان رسید و ملازمت فردوس آرامگاہ مشرف گردید۔ در سنہ یک ہزار یک صد و چہل و شش از دست مغنیہ مسموم شد سہ

در شبِ ہجر تو شرمندۂ احبانم کرد | دیدہ از بس گہر اشک بداما نم کرد
نغمۂ دردِ دلِ خویشں بہ بلبل گفتم | آں تنک حوصلہ رسوائے گلستانم کرد

(شعرائے پنجاب صفحہ ۱۷)

نیز داخل ساختہ اگرچہ مردِ کم علم بود اما ذکاوت و روانیٔ طبعش از کلامش پیدا ست در زبان ریختہ علم یکتائی برافراشتہ و ہمیشہ با امرا صحبت داشتہ قصائد و غزلے در جواب بعضے قصائدِ عرفی تصنیف نمودہ و ماسوائے این در گفتنِ ہجو ہا قدرت شاعری خود را نمودہ غرضیکہ ہمہ باتفاق بسببِ شہرتِ بسیار و خوبیٔ کلام استاد مسلم الثبوتش میدانند والحق کہ چنیں نامش در ہندوستان در د زبان بازاریان و غزلیات دیوانش بہر اطراف و جوانب و ہر جاہل و امی را بر زبان با ایں ہمہ شہرت کہ در ریختہ نصیبش بود آخر آخر عنانِ شعر فارسی ہم سر بیدرد را بدرد آورد، اگرچہ ایں حرکت مناسبِ شانش نبود۔ غزلہائے فارسی خود نیز کہ در لکھنؤ گفتہ داخل دیوان ریختہ بقیدِ ردیف ساختہ و ایں ایجاد اوست۔ فقیر چند شعر برائے یادگار بطریقِ ندرت از وی می نویسد۔ ۱؎

سوز۔ میر سوز، شاعر ریختہ گو است۔ ۲؎

ساکنؔ۔ عنایت ۳؎ اللہ بیگ ساکنؔ مولد و موطنش شاہجہان آباد بود در ایامے کہ بہ پورب رسیدہ شعر را بخدمتِ شیخ عبدالرضائے متین گذرانیدہ بعد رحلت شیخ مذبور بسبب رسوخے کہ از شاہجہان آباد بہ مرزا محمد فاخر مکین داشت اعتقادِ شاگردیش جزحد

۱؎ در سرکار شجاع الدولہ صوبہ اودہ می گزرانید و ہجو بسیار می گفت طبع رسا داشت در ۱۱۹۵ھ بکنج عدم خزید؎

لستانم از کہ زیں دو عدو خونبہائے دل — دل جرم چشم گوید و چشم گناہ دل
یکشب اگر بہ بزمِ خودم جا دہی چو شمع — روشن شود بجان تو روز سیاہِ دل

(شمع انجمن صفحہ ۲۱۴)

۲؎ در تیر اندازی یکتا و در خط شفیعا بے ہمتا بود؎

اے آں کہ بعشق مصطفائی مدہوش — در ماتم آل او، بجاں دادن کوش
شاہِ شہدا شود شفیع تو بحشر — بر سینہ جگر چہ می زنی، دست بجوش

(روز روشن صفحہ ۳۰۵)

۳؎ ن مرزا عنایت اللہ بیگ

قبول داشت چوں سیر و سفر کردہ بشاہجہاں آباد باز آمد بندہ اور ابلباس گیردی فقیرانہ در مشاعرہ دیدم و یکبار پیش او بر بھو جلا پہاڑی درخانۂ حکیم نور الدین رفتہ صحبتِ شعر داشتم و محظوظ شدم دیوانے باخود داشت شنیدہ شد کہ درہمانجا بذردی رفت مشارٌ الیہ از وقوع ایں ماجرا دل آزردہ شد باز بطرفِ پورب روجعۃ القہقری کردہ بعظیم آباد رفت - آنچہ از اشعارش یاد ماندہ این است -

سرور - صفاہانی استمس لسمع نہ رسیدہ ایں چند شعر از دست -

سلہ درسنہ یک ہزار و یک صد و شصت بہ لکھنؤ نقل کردہ ملازمت وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ بہادر اختیار کرد و بعد زمانے در بنارس رسید انجا دست . بیعت شاہ نظر علی صاحب داد سو

بسانِ شمع ہر شب گریہ در آستیں دارم — زدستِ خویشتن بر روزگار خویشتن گریم
نزارم ہیچکس ساکن بقولِ حضرت جامی — ہماں بہتر کہ خود برحالِ زار خویشتن گریم
دستِ نوازشے بسرِ ما نمی نہند — ہر چند ما بپائے بتاں سر نگندہ ایم

(صبح گلشن صفحہ ۱۹۲)

سلہ . اندطن بدہلی رسید وہمیں جا توطن گزید سو

توکہ ہر دم از تغافل فلکے بخاک راہم — چہ شود اگر نوازی بنگاہ گاہ گاہم
اگرم کشی بجائے نزنم زور گہ تو — ز رہِ آستانت نجود گریز گاہم....

(روز روشن صفحہ ۲۹۰)

حرف الشین

شعلہ۔ صفاہانی میر سید محمد نام دارد۔ از جمیع فنون و فضائل بہرۂ وافی داشت گویند درشعر گفتن چناں عالی فکر افتادہ بود کہ اکثر اوقات بر خمسۂ نظامی علیہ الرحمۃ دست انداز شدہ خود را برخود می پیچید۔ افسوس کہ عمرش دفانہ کرد و بہ ہیژدہ سالگی درگذشت سلہ

شہید۔ مرتضیٰ قلی بیگ شہید تخلص، اصلش خراسان است مولدش فیض آباد مردِ عمدہ بودہ است سلہ۔ سلہ

شرر۔ کہ ابراہیم بیگ نام دارد از بزرگان دار المرز مولدش لکھنؤ است پدرش عابد علی خاں فخر مردِ ولایت زاد عمدہ روزگار بود۔ مشار الیہ بمقتضائے موزونیٔ طبع گاہ گاہے فکرِ سخن می کند ز بالنش شستہ و رفتہ است، دعوائے شاعری چنداں ندارد۔ مرد سپاہی است فقیر او را در لکھنؤ دیدہ سلہ

سلہ طبیب ماہر او شاعر ساحر بود در ۱۱۵۰ھ فوت شد۔

ناہر دہم توبہ کہ مستی نکنم | با دختر رز درازدستی نکنم ....
حقاکہ بزیر تیغ گر بنشینم | چوں چشم تو ترک مے پرستی نکنم

(شمع انجمن صفحہ ۲۳۸)

سلہ ن مرد عمدہ نژاد بودہ است

سلہ نامش میر تقی علی بیگ بود سہ

من نہ از خود ہمرہ جاناں بمنزل میروم | ہم بہش دل میرود من ہمرہ دل میروم

(روز روشن صفحہ ۳۶۸)

سلہ قاچار است۔ بوضع سپاہیانہ زندگانی می نمود و ہمعصر مرزا قتیل بود درشان حبشی خوش لباس گوید سو

ماہ لقائے بلباس سیاہ .... | دیدم و گفتم کہ بلا اشتباہ
این رُخ و این رخت بود فی المثل | مردمک دیدہ و نور نگاہ

(روز روشن صفحہ ۳۴۱)

شہاب - مرزا عمران بیگ شہاب تخلص، مردم مازندران است اصفہان را نیز دیده در وقتِ نواب ذوالفقار الدولہ بہادر مرحوم با نواب عبدالمطلب خاں داروغہ داغ تصحیح می بود - ورق چند بطورِ شاہنامہ در احوالِ حضرت ظل سبحانی شاہ عالم بادشاہ غازی سیاہ ساختہ در بیانِ شجاعتِ نوابِ مذبور سعی بسیار دارد - روزے در یک جنگ نواب مرحوم خواست کہ اسپ بر سپاہ دشمن بتازد یاران مانع آمدند و دریں مقام از زبان ذوالفقار الدولہ گوید از دست - بیت
وہم در جائے دیگر در حق وے گفتہ سو

نیم چوں شما آرزو مند بزم ۔۔۔ من و اسپ و شمشیر و میدان رزم

زایراں زمیں بود شہزادۂ ۔۔۔ بشہزادگاں طرفہ آزادۂ

غرضکہ اشعارش از قبیل قصیدہ و رباعی و غزل نزدِ فقیر نرسیدہ اگرچہ بر گفتن ہمہ آنہا قدرت داشت اما ہرچہ ازیں قبیل گفتہ شہرت نہ کردہ - در پرگنۂ فرخ کہ دروازہ کردہے از اکبرآباد روبہ دہلی واقع است از دستِ قطاع الطریق شربتِ شہادت چشیدہ و ایں واقعہ ہشت سال بیش ازیں بوقوع آمدہ مدتِ عمرش بقدرے از چہل متجاوز بود

شاعر - میر سید محمد شاعر تخلص خلف میر عبدالجلیل بلگرامی در علم و فضل با پدرِ بزرگوارِ خود دوش بدوش و در فقر و سلوک و آداب و فضیلت ہمہ مغز و تمام ہوش دیوان و مثنوی وغیرہ انچہ شاعر را باید ہمہ دارد - [1]

---

[1] ولد در سن احدے و مایۃ والف (۱۱۰۱ھ) قدم بہ منصۂ شہود نہادہ و بعد حصول رشد و تمیز کتب درسی بخدمت میر طفیل محمد بلگرامی گذرانید - در اواخر دولت محمد فرخ سیر ( ) کہ پدر بزرگوارش از خدمت وقائع نگاری بھکر و سیوستان مستعفی گشتہ سند خدمت مسطورہ از سرکار شاہی بوے دہانیدہ آخر الامر اوسط مایۃ ثانی عشر - رہگرائے عالم بقا گردید سو

اگرچہ از مہ نو چرخ ناخنے دارد ۔۔۔ ولے گرہ نتواند کشود کار مرا

چشم دل چوں نیست بینا دیدۂ ظاہر چہ سود ۔۔۔ ہمچو نرگس در میان باغ بیدارم بہشت

تاریخ الافکار صفحہ ۲۴۷

حرف الصّاد

صفائی - مرزا صفی الدین محمد صفائی تخلص از اکابرِ ساداتِ حسینی خلف الصدقِ مرزا اشرف علیؒ خاں وفا - قمی است مرزائی مذبور در سنہ یکہزار و صد و پنجاہ و نہ در دار المومنین قم قدم بعالمِ وجود گذاشتہ و صرف و نحو در سالۂ معرفتِ اصطرلاب وطریقِ استخراج در ہمہ بلدہ یاد گرفتہ - بعدازاں دارالسلطنتِ صفاہان رسیدہ در مدرسۂ سلطانی چار باغ پیشِ قدوۃ الفضلا مرزا ابوالقاسم صفاہانی کہ از اجلۂ علمائے ایران است کتبِ منطق و حکمت و ریاضی و پارۂ از علومِ عقاید تحصیل کردہ بسببِ ذکاوتِ طبع از معاصرین گوے سبقت ربودہ وہم در نوشتنِ خطِ شفیعا شہرتِ تمام پیدا کردہ و شانِ خط درویش مجید را کہ بعد شفیعا موجدِ طور خود است از خطاطِ مذبور بخوب ترین وجہ سرانجام رسانیدہ - شعر را بخوبی و صفائی تمام بے شائبۂ تکلف شستہ و صاف مثلِ گوہرِ آبدار بسلکِ نظم کشیدہ - از انجا کہ مردِ سیاح است اکثر بلاد ایران را سیر کردہ در سنہ یکہزار و یکصد و نود از راہ دریا وارد ہندوستان شدہ ملازمتِ نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر دریافتہ و بجلائلِ توجہاتِ ایشاں سرافراز گردیدہ بنتِ نواب افتخار الدولہ مرزا علی خاں دلاور جنگ کہ خالِ بزرگِ نواب موصوف بود بحبالۂ نکاحش درآمدہ در لکھنؤ بعزت و حرمتِ تمام بسر می برد [^۱]

---

[^۱] سلطان شرف الدین علی خاں

[^۲] دیوانے ضخیم محتوی انواع نظم گذاشت سو

ہر سوزدہ صف، لشکر غم، بر رزم امروز	تا باز چہ آید ز قضا بر سرم امروز
شورے بسر و آگہیم نیست کہ ساقی	ایں مے ز کجا ریختہ در ساغرم امروز
بنقاندہ تا چندانی شکوہ صفائی	گوشے چو ندارد بسخن دلبرم امروز

(صبح گلشن صفحہ ۲۵۴)

صہبا[1]۔ کہ مولد و موطنش دارالسلطنت صفاہان است شاعرِ عدیم العدیل و جامع اکثر علوم و فنون شنیدہ شد، بر استادی او از شعرائے صفاہان از دشمن و دوست ہم اتفاق دارند و جمعے کثیر از صحبت او بفیض می رسند[2]

صباحی[3]۔ حاجی سلیمان نام دارد.... از محالات کاشان حاجی مذبور شاگرد حاجی لطف علی بیگ آذر است

صبوح ۔ اصفہانی مرزا محمد علی نام دارد[4]

صارم ۔ تخلص نواب صمصام الملک کہ نام اصلیٔ او میر عبدالحی خان است خلف نواب صمصام الدولہ شہید جوانے اورنگ آبادیست ۔اول بخطابِ پدرِ مرحومِ خود

---

[1] آقا محمد تقی صہبا۔

[2] جد بزرگوارش از ولایت دماوند در قم قیام ورزیدہ صہبا ہمانجا جرعہ ہستی چشیدہ و عروج نشۂ رشد و تمیز تا سی سال در اینجا بسر خوشی بسر برد و بعد ازاں در اصفہان عزم اقامت آراست در اوسط مائۃ ثانی عشر ساغر ممات کشید

شادم باسیری کہ بجز کنج قفس نیست جائے کہ تواں برد سرے زیر پر آنجا
یار آمد و بہم پشکایت کشود و رفت ایں آتش نہفتہ برآورد دود و رفت

(نتائج الافکار صفحہ ۲۶)

[3] ن صباحی بندگلی نام دارد بندگلی دہیے است از

[4] از اقران لطف علی آذر بود و در موسیقی و ساز نوازی و سخن سرائی مہارتے داشت

بے خط، رخ یار خوش نباشد بے سبزہ بہار خوش نباشد
بایں امید کہ افتد بروئے یار نگاہم نشستہ ام بہ رہ انتظار و چشم براہم

(روز روشن صفحہ ۳۸۵)

صمصام الدوله مخاطب گردید بود حالا از سرکارِ نواب آصف جاہ ثانی بخطاب دیگر علوم سرآمد ست۔ سرے بگفتن شعر ہم دارد۱؎

صمصام الدوله عرف خان دوراں بہادر کہ نام اصلیٔ او خواجه عاصم بود وطنش اکبرآباد است۔ صاحب "خزانه عامره" می نویسد که در عهد محمد فرخ سیر وقتیکه امیرالامرا سید حسین علی خان بهادر از حضورِ خلافت رخصتِ دکن یافت نیابت امیرالامرا، به صمصام الدوله تفویض نمود بعد شهادت سید حسین علی خاں در عهدِ فردوس آرامگاه امیرالامرا به استقلال برد۲؎

صیّاد۔ صفاهانی تازه از صفاہان به هند آمده پدرش مرزا یعقوب مشهدی

۱؎ اصلش از خواف است در بدایتِ حال وقار تخلص میکرد پسترقطع نظرازاں کرده صارم اختیار نمود در آخر مائة ثانی عشر کارش بصمصام اجل انجامید سه

صد شکر جز تو نیست کسے همنشین دل ۔۔۔ ماکنده ایم نام ترا در نگین دل

بر خاطر تو رازِ دو عالم شود عیاں ۔۔۔ پیش نگاه تست اگر دوربین دل

(نتایج الافکار صفحه ۲۶۶)

۲؎ ن۔ استقلال برقرار گرفت انتہیٰ کلامه غرض که شخص جامع خوبیاد و محسود اقران بود در سنه یک هزار و یک صد و پنجاه و یک هجری حسب الامر جهاں مطاع بمقابلۂ نادرشاه رفته داد شجاعت و دلیری داد آخر شربت شهادت چشید با علما و فضلا و شعراء رعایت ها می کرد صاحب طبع مرزا مزاج بود از ہمیں یک شعر او

سحر خورشید لرزاں بر سرِ کوئے تو می آید ۔۔۔ دلِ آئینه زنانارم که بر روئے تو می آید

صفائی طبعش جلوه ظهور می دهد والحق که شعر خوبی از مشرق حالش چوں آفتاب عالم تاب سرزده و چوں مطلع آفتاب از کمال ضیاء شهرت تمام عالم را در گرفته کسانے که مناسبت بایں فن گرامی دارند ایں شعر نقش خاطر آنها است، اگرچه فقیر شعرے که از تخلص قابل اطلاع و هدیافته اما چوں ایں شعر بلند بود نام را بجائے تخلص قیاس کرده تحریر می آرد۔ چراکه در خزانه عامره چوں گلے در زقوم بود دریں چمن زار دلفریب جائے او خالی۔

لشکر نویس نادر شاه بود۔ مردِ سپاہی است گاه گاہے بمقتضائے موزونیٔ طبع خیالِ شعر می کند۔[1]

صدر۔ میر صدر الدین محمد صدرؔ تخلص مولد و موطنش اصفہان است و قومش انصاری است بزرگانش پیوستہ مقربِ سلاطین بوده اند و خودش ہم عمده معاش و ندیم وزرا و سلاطین بوده۔ مدتے در جون بود از چند گاه بہ لکھنؤ رسیده رفاقت جان سن فرنگی اختیار نموده مردِ کم گو بود خلیق و بذلہ سنج و لطیف مزاج و خوش اختلاط است۔ خطِ شفیعا را بسیار خوب می نویسد گاه گاہے بعد سالے و ماہے بمقتضائے موزونیٔ طبع خیالِ شعر ہم می کند۔[2]

---

[1] فرزند مرزا یعقوب مشہدی بخشی نادر شاه بود و صیاد از وطن بہ دہلی رسیده سرمایۂ عزتے بہم رسانید۔

دودے کہ سر کشید افلاک آه ہست | ایں بیرق سیاه، نشان سیاه ماست
برطائرانِ گلشنِ وصل اے صبا بگو | صیاد عدن گرفتہ، گرفتار دام شد

(روز روشن صفحہ ۴۰۰)

[2] مرزا صدر الدین صدرؔ۔ امیر تیمور جد اعلیٰ مرزا را از گرجستان بہ اصفہان آورد۔ در منازعتے والد ماجد مرزا کہ از اولاد میرزا سلیمان بود و جد مادری میرزا ہر دو را شہید ساختند مرزا در عنفوان شباب براه کابل و کشمیر در دور ذوالفقار الدولہ میرزا نجف خاں بہادر صحبتہ شاه جہاں آباد رسید و از تحائف منہب (تاراجان) وار کانش برا رنگ دید ناچار در سنہ ثمانین و مایتہ الف رخت بشہر لکھنؤ کشیده و بقیہ عمر ہمانجا گزرانید۔

بے روئے تو زندگی حرام است | جز فکر تو ہر خیال خام است
آں کس کہ بر یاد تو دل کیست | وانکس کہ نداد جاں کدام است
عمرے رہ عشق طے نمودم | چوں نگرم نخست گام است

(صبح گلشن صفحہ ۲۵۱)

صالح۔ بلگرامی کہ شیخ نظام الدین احمد نام دارد۔ بارے فقیر اورا در لکھنؤ دیدہ بود بعد چندے بہ کلکتہ رفتہ مسموم شدہ رخت حیات در نوشت

حرف الضاد

ضیا۔ پیر مردے بود ہمراہ قاسم علی خاں ناظم بنگالہ بسر می برد [1]

ضمیر۔ نواب ہدایت علی خاں ضمیر عرف اسد الدولہ از عاظم سادات سہال پور و صوبہ دار عظیم آباد بود۔ آخرہا بمنصب بخشی گری حضرت ظل سبحانی شاہ عالم سرافرازی یافت۔ از چندے رخت حیات در نوشتہ قبرش در حسین گڑھ متصل عظیم آباد است [2]

---

[1] از قبیلہ قضاۃ عثمانی بودہ۔ در ۱۱۳۹ھ تولد یافت و با شیخ علی حزیں بوالہ داغستانی ہم طرح بود و در ادارۂ فرمان فرمائے ہند بر خدمت عرض بیگی فائز بود آخر الامر در ۱۲۰۵ھ در گزشت۔

آہ ازاں مرغ گرفتار کہ در کنج قفس | عمر بگذشت و ندانست کہ گلزارے ہست
از ہجوم داغ ناپیداست دل در سینہ ام | در سواد خوشتن ایں شہر پنہاں گشتہ است

(فارسی بلگرام صفحہ ۴۹)

[2] مرشد آبادی [3]

ز انعام تو یارب غیر ازیں نعمت نمی خواہم | کہ ساقی باشد و من باشم و باشد لب جوئے

(روز روشن صفحہ ۴۰۴)

[3] سید طباطبائی والد میر غلام حسین خاں مولف سیر المتاخرین است والدش سید شاہ علیم اللہ نام داشت و در ۱۱۵۵ھ بمقام عظیم آباد رہگرائے عالم بقا شد

دل جفائے کہ ازاں زلف گرہگیر کشید | نتواں گفت کہ دیوان بز نجیر کشید
دل شبیہ نگہش از عدم آید بوجود | چوں شکارے کہ مصور بہ سر تیر کشید

(روز روشن صفحہ ۴۰۲)

حرف الطا

طوفان ـ کہ اسمش بسمع نہ رسیدہ مولد و موطنش مازندران است فصاحت و بلاغتِ شاعری راز یادہ برعلومِ دیگر داشت در عینِ جوانی از موطن برآمدہ قدم در دارالسلطنت صفاہان گذاشت و با میرزا جعفر راہب و آقا محمد عاشق و میر مشتاق غزلہا طرح نمود و پیوستہ موردِ تحسین این ہا بود طنطنۂ شرین کلامش در بلادِ ایران گوشِ زدِ صغیر و کبیر گردید در وقتِ کریم خان زند برفاقتِ شاہزادہ والاتبار ابوالفتح خان حشمت مدتے در شیراز بود آخر ہا دل از دنیا و ما فیہا کشیدہ روانۂ نجفِ اشرف گردید۔ بقولے دران بلدۂ طیبہ و بقولے در مازندران ودیعت حیات سپرد و مذہبش اثنا عشری بود[۱]

طبیب ـ صفاہانی کہ مرزا عبدالباقی نام دارد[۲]

---

[۱] میرزا طبیب اصلش از ہزار جریب من اعمال مازندان است جوانے با وقار و شاعرے خوش گفتار بود سو

شعر از نالیدنِ دل غمزہ اش غارتگر جانہا ۔ کہ از بانگِ جرس رہزن بفکر کاروان رفتہ
عقدۂ مشکل من نیست بغیر از دل من ۔ تا دلم خون نشود حل نشود مشکل من

(شمع انجمن صفحہ ۲۷۷)

[۲] ولد حکیم میرزا عبدالرحیم است ۔ میلادش سنہ سبعین و مایۃ و الف (۱۱۷۰) است ۔ اطبار معزز نادر شاہ و بر کابش در سفر ہندوستان بود و بعد فوت نادر شاہ سفاقت کریم خان زند اختیار نمود سو

جدا از روئے تو چشم اچو خون فشان گردد ۔ ز خونِ دل مژہ ام شاخِ ارغوان گردد
گرفتہ دل نعش الفتے و مے ترسم ۔ خدا نکردہ بمن بار گردد

(روز روشن صفحہ ۴۱۱)

حرف الظا

ظفر - لالہ ٹیکارام ظفر تخلص برادرِ راجہ دیارام از خطۂ کشمیر عمدۂ خاندان وبے نظیر است - فقیر اورا در لکھنؤ دیده [1]

---

[1] برادرزادۂ پنڈت دیارام کشمیری است سو

قلم سنبل شود گر حرف گیسوے تو بنویسم — قلم صورت کند پیدا گر روئے تو بنویسم

(روزِ روشن صفحہ ۲۱۸)

حرف العین

عشق ۔ مرزا زین الدین عشق خودش در جام متولد شده و بہ ہفت سالگی بہ ہند رسیدہ تربیت پیشِ شاہ محمد پناہ قابل یافتہ ۔ مردِ بزرگ وجہاں دیدہ شاعر پُرگوشت ۔ سلو

عالی ۔ مرزا ابوالمعالی عالی از نجبائے نیشاپور و اولادِ شیخ فریدالدین عطار مرد صوفی و صاحبِ کمالات است او نیز در فنِ الہٰی وطبعی و ریاضی علم یکتائی می افرازد و بمقتضائے موزونی طبع گاہ گاہے بعد سالے و ماہے خیالِ شعر می کند ۔

سلو اصلش از جام است در عمر ہفت سالگی وارد گشتہ از خدمت شاہ محمد پناہ قابل تربیت یافت اوائل مائتہ ثالث عشر بابدامن عدم کشید این بیت از دست سو

دی میگذشت یار و رقیب از عقب رسید گفتم کہ عمر میرود و مرگ در قضا است

(نتائج الافکار صفحہ ۳۱۱)

عزت ۔ شیخ نقیہ الدین عزت از شرفاے پرگنۂ امیٹھی گویند مردِ فہمیدہ و پابہ دامن کشیدہ بود چند سال است ورقِ حیات را در نوشتہ غزلے ازو بر زبان مترنماں جاری است ؎[1]

عاشق ۔ آقا محمد عاشق صفاہانی کہ مولد و موطنش صفاہان است ۔ شاعرِ شریں زبان بلکہ بلبل ہزار داستان گذشتہ و شریں کارنش ازیں معلوم می شود کہ غزلے در عشقِ معشوق گفتہ و بہ یاران دیگر نیز اشارہ کردہ چنانچہ بہ اتفاق غزل او در آبِ کلامِ خود ترزیج داد و تدوالحق کہ غزل خوبے از خامۂ جادو نگارش بر صفحۂ خیال ترادیدہ کہ ناخن بدل نزدیک و ددزہ زدہ ؎[2]

---

[1] صاحب نقرو قناعت بودہ و مقیم لساط ازوا اوسط مایۃ ثانی عشر بدارجاودانی شتافت ؎

گوش صیاد ستم پیشۂ بیگانۂ ما		آشنا نیست ز فریاد طربیانۂ ما
فرصتے کو کہ کنم فکرِ پرستاریٔ دل		آخر عمر سند اوّل بیماریٔ دل

(نتائج الافکار صفحہ ۳۰۶)

[2] اواخر مایۃ ثانی عشر دارفانی را گذاشت ؎

نگہت روضۂ رضوان ز پیام تو یکیست		دم جان بخش مسیحا و کلام تو یکیست
روز نوروز شود چوں تو برآئی بر بام		مطلعِ صبح بہار و لبِ بام تو یکیست
کے بدستِ تو برد جان بسلامت عزت		دست بردن بسر تیغ و سلام تو یکیست

(نتائج الافکار صفحہ ۳۱۰)

حرف الفاء

فقیر - میر شمس الدین فقیر عباسی مردِ بزرگ و صاحب کمال بود سلو

فقیر - میر نوازش علی فقیر خلف الصدق میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی از دولت فقر تونگر بود و در یک ہزار و یک صد و شصت و ہفت در بلگرام رحلتِ اوست سلو

فدائی - مشہدی کہ مرزا بوعلی نام دارد از بخارائے ایران است بتقریبِ تجارت اسلحہ در ہند آمدہ بود روزے ہمراہ مرزا محمد حسن قتیل اتفاق زیارتش در چاندنی چوک

سلون - بجمیع فضائل و کمالات سہیم و عدیل نداشت محاوراتِ فارسی را در صحبتِ اہل زبانان تلمذ شدہ دیگر کتب عربیہ و فقہ امامیہ از خدمتِ علمائے عصر استفادہ نمودہ - کلامش از نظرِ فقیر گذشتہ مبرا از خطاست الحق کہ دریں دورِ آخر کسے ز ہندوستانیان تحصیل و تتبع درست کم بنظر در آمدہ - مذہب آبائش سنت والجماعت است و در بست و پنج سالگی کہ واردِ دکن شد در صحبتِ یکی از علماء حیدر آباد طریق اثنا عشری اختیار نمودہ - وازیں سبب تا زندہ بود با شاہ ولی اللہ محدث باوجود قرابتِ قریبہ ملاقات نداشت - آخر آخر شوقِ زیارت عتباتِ عالیات دامن دلش کشیدہ پا در بیابانِ ذوق و سر در گذاشتہ بود - بعد چندے از زبانِ بعض آشنایان کہ ازاں جوانب بشاہ جہان آباد رسیدند چناں معلوم شد کہ وقتِ مراجعت در اثنائے راہ در کشتی نشستہ بایں صوب می آمد کشتی در شط بغداد در آب فرو نشست میر مذکور با جمِ غفیر غریقِ رحمت الٰہی گردید از تصانیفِ او مثنوی شمس الضحیٰ در اظہارِ کرامات ائمہ معصومین علیہم السلام و درِ مکنون در بیانِ تولدِ صاحب الامر سلام اللہ علیہ و مثنوی والہ و سلطان در عشقِ علی قلی خان والہ با دخترِ عم خودش خدیجہ سلطان کہ حسب الارشادِ خانِ مذکور بسلکِ نظم در آوردہ و مثنوی پرس رام و دلارام و دیوانِ غزل و رسالۂ عروض و قوافی دیدہ شد -

نظم
خاک گردیدیم و از ما آہ سردے برنخاست خانۂ ہستی زپا افتاد گردے برنخاست
در حضورِ شمع جاں بے عرضہ می سازد فنا از نژادِ عشق چوں پروانہ مردے برنخاست

(مآثر الکلام خزینۂ دوم صفحہ ۳۲۶)

افتادہ اکثر شعر بزرگانہ از عالمِ تصوف خواند۔ اما میلِ طبعش بطرفِ نعت و منقبت بیشتر معلوم می شود۔ گویند کہ چون از دہلی مراجعت بوطن مالوف کرد در مشہدِ مقدس رسیدہ از اسپ افتادہ ودیعت حیات سپرد ؁[۱]

فغاں ۔ اشرف علی فغاںؔ برادرِ رضاعی احمد شاہ بادشاہ در ابتدائے عمر موزونی طبع بہ تتبع میرزا رفیع در شاہجہان آباد بہ ریختہ گوئی برآوردہ و آخرہا بہ عظیم آباد بہ خوش معاشی می گذارند تا آنکہ ہمانجا قضا کرد گاہ گاہے شعر فارسی ہم می گفت۔ ؁[۲]

دامن مکش از سرِ مزارم　　ما خاکِ کسے غبار دارد

آنانکہ رسمِ ساز و نیاز آفریدہ اند　　محمود را برائے ایاز آفریدہ اند!

نالاں مشو ز سوزشِ داغ جگر فغاںؔ　　دل را برائے سوز و گداز آفریدہ اند

فتوتؔ ۔ محبوب حسین خاں فتوتؔ اصلش از کشمیر است از مدتِ مدید در شاہجہان آباد قیام دارد استادِ بے نظیر و ہم اصلاحِ شیخِ مرحوم بودہ قصیدہ و غزل و رباعی و مستزاد وغیرہ انچہ لازمۂ شاعرانِ سرمایہ دار است ہمہ دارد۔ در اُستادیش ہیچ شکے نیست اما حرف بر طرزِ تلاش کشمیریان است گویا ہر کہ از کشمیر باشد زبانِ قدما و درد آمیز را دوست نہ دارد و بگفتن آں قادر نمی تواند شد خیر چند شعر کہ پسندِ خاطرِ فقیر افتادہ بعینہٖ ثبت میکند[۳]

---

[۱] اے خوش آنز وترکہ ایں دہر خطرناک نبود　　زاریٔ ما و دل آزاریٔ افلاک نبود

گر فدائی بوجود از عدم آمد غرضش　　بجز از بندگیٔ خواجۂ لولاک نبود

(روز روشن صفحہ ۵۱۴)

[۲] در ۱۱۸۶ھ بمقام عظیم آباد وفات یافت

[۳] فتوت حسین خاں ۔ در عہد محمد شاہ بادشاہ در شاہ جہان آباد توطن گزیدہ

تو چوں جا در دلِ ویراں کنی ویراں نمی ماند　　کہ در زنداں چو یوسف پا نہد زنداں نمی ماند

(روز روشن صفحہ ۵۰۶)

فرحت ـ مولوی میران فرحت مردم کشمیر است، از مدتِ دراز به شاهجهان آباد بسر می برد در فارسی و عربی علمِ استادی می افراز داکثر کشمیریان سال خورد که دریں شهر آمد افرار بشاگردیش دارند و حالا هم اطفال ایں قوم استفادهٔ علم از و میکند ـ غرض که شخص مدرس است و در کتاب دانی و تحقیق لغت بے نظیر چنانچه شرح گلستان بر شروحِ دیگر در کمالِ تحقیق و تدقیق بهتر از مؤلفانِ ماسبق تالیف نموده و درایامے که نامهٔ شاه ایران بزبان عربی به بادشاه دیں پناه رسیده اکثر صاحب کمالان رایایهٔ تحت جوابش را نگاشته از آنجمله مشارٌالیه هم نامه درکمالِ فصاحت و بلاغت نوشته بود بر همه ترجیح داشت لهذا همان نامه را به ایلچیٔ بادشاه ایران دادند و روانه کردند ـ در نظم و نثر هم مثلِ شاه نامه وغیره گاه گاهے تلاش نمایاں می کند اما از بس که پیری او را دریافته است خیلے حواسش مختل می باشند و علاوهٔ آن فکرِ قوتِ عیال و اطفال، عمرش قریب بصد خواهد بود[1]

فروغ ـ مرزا محمد علی فروغ مولدش صفاهان است والدِ ماجدش مرزا محمد رضا از اکابر ساداتِ اصفهان و نبایر سلاطین صفویه بود روز هائے که تذکرهٔ علی قلی خان به اتمام رسیده مرزا از راهِ بصره به هندوستان آمده مدتے در دارالخلافه تشریف فرما بود و اشعارش پیش از رسیدنش به هندوستان در ریاض الشعرا مندرج شده بود ـ چوں نسب مادرش به سلاطین صفویه منتهی می شود و هم مرزا مقیم صدر الصدورِ عم بزرگوار وے بوده به شاهزادگی شهرت دارد ـ آثارِ بزرگی از ناصیهٔ او پیداست ـ قیر درایامے که لشکرِ ظفر اثرِ نواب ذوالفقار الدوله بهادر طاهر دهلی متصل شاهدره دائرهٔ دولت داشته است خبر مرزائے

---

[1] اکتساب علوم معقول و منقول از قاضی محمد مبارک گوپاموی و ملا احمد الله سندیلی نموده و تا اندازِ صد سال زندگانی کرده سو

ابلِ بنشش سیرِ ما تازه از جا میکنند — آمد و رفتے نباشد مردمان چشم را

چشمکے یار داده بے سر و پا کرد مرا — طرفة العین ببین چه ها کرد مرا

(روز روشن صفحه ۵۱۷)

مذبور شنیده برائے خود رفته بلدم صحبت شعر بیان آمده باوصفِ اینهمه کمال مردِ
بزرگ وبا اخلاق وخود بین دیدمش - عمرش از شصت متجاوز خواهد بود، چند سال
است که در بنارس گزشته۔ سلو

فراقی ۔ کنور پریم کشور فراقی تخلص بن کنور انند کشور بن راجه جوگل کشور اصلش شاهجهان
آباد است استفادهٔ شعر از برکت الله خاں برکت که ذکرِ ایشاں بر صدر گذشت کرده تلو

فصیح ۔ پنڈت بدهادهر فصیح تخلص اہلِ خطه جوان قابل وبا استعداد است در نثر
نویسی دستے تمام دارد - گاہے بمقتضائے موزونی طبع فکرِ شعر فارسی کرده و میکند وآں
را از نظر مرزا محمد حسن قتیل میگذراند - عمرش بست وسه سال است - اسمش حسب الاسمش
در یک ہزار و دو صد و دوازده ہجری داخل تذکره کرده شد تلو

سلو در سنه اربعین و مایته والف متولد گردید دبعر ہفتاد سال در بنارس فروغ چراغ حیاتش
منطفی گردید سو

باده رنگیں مینماید روئے تابان ترا آبیاری میکند آتش گلستان ترا
چشمهٔ آب بقا ہر چند جاں بخش است لیک کے برابر می شود با چاه زنخداں ترا

(روز روشن صفحه ۵۲۱)

تلو مریض عشق ترا دارو ئے شفا چه کند کسے که درد تو دارد دگر دوا چه کند

(روز روشن صفحه ۵۱۲)

تلو پنڈت بدهادهر لکھنوی

نزدیک بمرگ است فصیح از غم دوری آرید ببالین وے آں رشک پری را

(روز روشن صفحه ۵۳۰)

حرف القاف

قتیل - مرزا محمد حسن قتیل اصل بزرگانش قوم کهتری بهنڈاری پٹالی بوده اند پدرش درگاهی مل نام داشت و خودش دران زمان به دیوانی سنگه موسوم بود - درایامے که متعلقانش بحسب آبخور بفیض آباد رفته استقامت گرفتند بر دستِ مرزا محمد باقر شهید اصفهانی هیژده ساله بود که بشرفِ اسلام پیوسته - دران ایام هم بمقتضائے موزونی طبع که از طفلی داشت شعر درست شعبلته[1] می گفت و هم درس کتاب از مرزا می گرفت - و از بسکه در عهدِ نواب وزیرِ مرحوم رواج ایرانیان بیشتر بو، مشار الیه هم دیده دیده همیں مذهب اختیار کرده استادش قتیل تخلص گذاشته یعنی استاد شهید شاگرد قتیل - و هم چنیں رفته رفته درسرکارِ نواب سعادت علی خاں و دیگر صاحبزاده هائے بلند اقبال باریافته آخرکار ازاں نواحی آواره شده به شاه جهاں آباد رسیده - جوانِ بے سروپا خانه بدوش و خوش نشین است و باوصفِ ایں همه بے پروائی طبع حافظ خدا اوراکرامت کرده که از یک مرد زبانش احوال تواریخ سلف چه از امرا و چه از فضلا به ساعتے میتواں دریافت نمود از عروضی و قوافی و عربیت و علم حساب جداگانه دستے تمام دارد و با فقیر رابطهٔ دوستی از روزِ ملاقات الی الآن یوماً فیوماً در بر آمد - شعر عاشقانه را بسیار بصفا میگوید[2]

---

[1] ن درست دشته

[2] سیر دهلی نموده و در کالپی آمده مصاحب عماد الملک گشت بعده در لکهنؤ آمده تا آخر حیات همانجا به نهایت جمعیت خاطر بسر برده وفاتش در ۱۲۳۳ھ اتفاق افتاد سه

کسے بخود را اسیر درد دوری تا کجا دارد | نهادم بر گلو خنجر که همت کارها دارد
یک وجب جائے بکوئے تو زخون پاک نبود | کشته برکشته طپاں بود دگر خاک نبود
کس ندیداست در آفاق ز بیداد کسے | آں قدر جور که من میکشم از یاد کسے

(شمع انجمن صفحه)

قائم ۔ محمد قائم قائمؔ متوطنِ چاند پور شاعرِ ریختہ گوست و بشاگردیٔ مرزا محمد رفیع شہرتِ تمام دارد عمرش از شصت متجاوز خواہد بود کم کم خیال شعر فارسی ہم کردہ میکند و چوں ایں تذکرہ را ماہیت بیاض ہم ہست لہٰذا آنچہ از کلامش انتخاب افتادہ حوالۂ کاغذمی نماید سلو

قدرت ۔ مشتاق رائے قدرتؔ منشی قاسم علی خاں صوبہ دار بنگالہ بود گویند طبع رواں داشت صاحبِ تصانیف بسیار است ۔ ٹلو

قرین ۔ نثار علی قرینؔ جوانِ صلاحیت شعار از سکنائے لکھنؤ است ۔ بعض عطاری و طبابت کہ پیشۂ بزرگانِ اوست بسر می برد نسبت تلمذش ن بدیگر شاگردانِ مرزا محمد فاخر خوب می گویند ٹلو

قاسم ۔ کسے بود است مکتب نشیں بودہ ام یاد دارم کہ یک فردِ دیوانش شخصے آوردہ بدستِ استادِ من دادہ است ۔ شعر از دیا دارم۔

شعر

در آرزوئے روئے تو عمریست چوں فلک
گردیدہ ام چنانکہ دیارے نہ ماندہ است

سلو قائم در ۱۲۰۸ھ انتقال کرد بقید تیرہ یک ۱۲۰۸ھ ایں قطعۂ تاریخ وفات
جرأت نے کہی رو کے یہ تاریخ وفات، یکتا ہ کے ساتھ

قائمؔ بنیاد شعر ہندی نہ رہی ، کیا کہئے اب آہ
۱۲۰۸ھ = ۱ + ۱۲۰۷

کلام سے

آناں کہ با حلاوتِ درد تو خو کنند — زخمے بدل زنند و نمک آرزو کنند
قائمؔ نمازِ عشقِ بتاں منصب تو نیست — اے بے خبر ز خونِ دل اینجا وضو کنند

کلیات قائم جلد اول صفحہ ۴۷ و جلد دوم صفحہ ۳۶۰

ٹلو گر خدا رحم براحوال گریباں می کرد — سینۂ نرم و دل سخت نمی داد ترا
ٹلو ن شعر زانست دیگر شاگرداں — (روز روشن صفحہ ۵۵۲)
ٹلو بر من امروز اگر از دستِ تو ایذائے ہست — خاطرم جمع ازاں ست کہ فردائے ہست
تواں دل از طرب و عیش جاوداں برداشت — ولے دل از غم جاناں نمی تواں برداشت
(روز روشن صفحہ ۵۵۶)

حرف الکاف

کاشف - میر کاشف علی کاشف تخلص طالب علم مسلم الثبوت است - شعر را بسیار بخوبی میگوید - ؎۱

حرف الگاف

گرامی - صفاهانی مولدش صفاهان و اسمش ابوالقاسم بیگ است و به آغا بابا شهرت دارد - کوتوال اصفهان از صغر سن او را به فرزندی خود گرفته بود - تحصیل فارسی در اینجا نموده شعر گفتن آغاز نهاد و از چند مدت به هندوستان آمد مردی عمده معاش و موقر است ؎۲

؎۱ از چودھریان قصبه سانڈی پالی بود برائے کسب علوم عربی و فارسی مدتے در شاہجہان آباد قیام داشت - بعدش زمانے در فرخ آباد بسر نمود هرگاه که چشمانش از بصارت عاطل گشت در وطن خود انزوا گزید و در سنه خمیس زمانیه ثالث عشر (۱۲۵۰) رخت ازین جهان بیرون کشید ؎۳

هر راز تو نیست ما را پروائے زندگانی | خود بی تو زندگانی ایوائے زندگانی
بشنوم هر آورد درد جدائی | قوائے جان شوریدگان در کجائی

(روز روشن صفحه ۵۶۶)

؎۲ از وطن بدهلی رسیده همانجا توطن اختیار نمود ؎۳

حیرت نه بافسانه و افسون رود از دل | عشق تو محالست که بیرون رود از دل

(صبح گلشن صفحه ۳۴۷)

حرف المیم

مشرب - بهوراسنگه مشرب که مولد و موطنش مستقر الخلافه اکبرآباد است اورا از شاگردان رشید عبد الرسول استغنا گفته اند. قومش راجپوت بوده از مدتے جلاے وطن نموده در طرف پورب بسر می برد. در فرقهٔ سپاه بتلاش معاش استغنائے داشت، چند سال است که رخت هستی از دوش انگنده فارغبال گردید.[1]

مونس - مرزا علی اکبر مونس تخلص جز اینکه مردم صفاهان است و در لکهنؤ امام باڑه تیار کرده بود، دیگر احوالش معلوم نیست [2]

مایل - همدانی که حالا در همدان است از نام و نسبش هیچ خبر ندارم یک شعرش از زبان مرزا اسمعیل بیگ برادرزادهٔ افتخار الدوله محمد بیگ خان همدانی اشتهار

---

[1] از تلامذهٔ محمد مقیم کشمیری در آخر صوب صوبهٔ اوده توجه نمود و بملازمت وزیر الممالک نواب شجاع الدوله بهادر بمدارج عزت رسید سو

من بر سیاه کاریٔ خود تا نظر کنم — چون خامه سر فرو برم دگریه سر کنم
مشرب رسید موسم پیری خوش آن که من — شغل نظاره ترک چو شمع سحر کنم

(صبح گلشن صفحه ۴۱۲)

[2] ورودش از وطن به لکهنؤ در عین جوانی ست سو

اے حرمت بتخانه و عز حرم از تو — در هر سر از اوار ستایش صنم از تو
در اشک جگر گون نه اثر ماند نه رنگے — اے آه کجائی که از من کرم از تو

(صبح گلشن صفحه ۴۷۶)

یافتہ۔ ـلو

ملّا مجیدی۔ شوستری مولد و موطنش شوستر است دیگر احوالش غیرازیں کہ در وقت وزارتِ صفدر جنگ بہادر بہ ہندوستان رسیدہ و در وقتِ شجاع الدولہ بوطنِ مولوفہ عود نمودہ معلوم فقیر نیست۔ ـلو

مفتوں۔ شاگردِ علی محمد تجرّد جوان خوش سخن بود بقضائے الہیٰ جوانا مرگ شد و دو شعرش از زبانِ مرزا جان بیگ حامی بہ سمع رسیدہ ـلو

محب۔ محمد قلی خاں محب ہمراہِ التفات علی خاں خواجہ سرائے نواب بیگم یعنی والدۂ شجاع الدولہ بہادر در فیض آباد بود، گویند از عروض و قوافی و دیگر صنائعِ شعر آگہی داشت شو

معین الدین خاں۔ پسر قاضی فرید الدین خاں جوانِ صلاحیت شعار است۔

ـلو ن نسخہ رام پور میں مرزا محیط کا ذکر مائل کے بعد ہے، جو نقل کیا جاتا ہے۔

مرزا محیط مردم ایرانیست احوالش معلوم نیست یک شعرہم از و بسمع رسیدہ انیست۔

بود پنہاں بدل بادیہ داغے از من ‌ ‌ ‌ تو کجا یافتی اے لالہ سراغے از من

یک شعر غیر ہمیں ست ـو

جز خون دل کہ ریخت جدائی بکارما ‌ ‌ ‌ گر بیتو خوردہ ایم شرابے حرام ما

(صبح گلشن صفحہ ۳۰۶)

ـلہ صحیح تخلص مجید است مولدش موضع قول از توابع شوستر بود ـو

تا در دشتِ لالہ رخاں در دلِ من است ‌ ‌ ‌ خورشید خوش جبیں گلِ محفل من است

روید بجائے سبزہ ز خاکِ من آفتاب ‌ ‌ ‌ از بسکہ تخم مہر در آب و گلِ من است

ـلو ن۔ مرزا جان بیگ

(صبح گلشن صفحہ ۳۶۰)

ـلو مرزا عبد الرحیم بیگ لاہوری در اواسط مایۃ ثالث عشر در معرکہ شرف شہادت حاصل نمود ـو

کمر بست ظلمے بہ دعوائے خونم ‌ ‌ ‌ بگوئیدش از خانہ بیروں نیاید

روا با شد اینہا کہ در بزمت اشت ‌ ‌ ‌ رقیباں بیایند و مفتوں نیاید

(صبح گلشن صفحہ ۴۳۷)

شو آمد از رہِ کرم یار بہ پرسشِ محب ‌ ‌ ‌ شکر خدا کہ روز کار گریۂ صبح و شام او

. صبح گلشن۔ صفحہ ۱۱۸

طبع موزون دارد - بزرگانش اہل خط بوده اند و خودش در شاهجهان آباد نشو و نما یافته گاه گاہے خیال شعر ہندی و فارسی میکند از یاران فقیر است چند شعرش برائے یادگار بقلم آمده [1]

موالی - مرزا ابوالحسن موالی اصلش از مشهد و مولدش صفاهان بوده پاره [2] از علم عربی نیز بهره داشت و روانی طبعش بدرجه بود که روزے در صفاهان در نوزده سالگی هفتاد و دو قصیده در مدح شاه طهماسپ از صبح تا شام در یک روز گفته - بست و یک ساله در وقت نواب مومن خاں مرحوم به گجرات رسیده بعلوفهٔ هفت صد روپیه در ملازمت وے بسر می برد - گویند که شوق شعر و کشتی گرفتن نیز بسیار داشته و این همه قوت در دست و پایش بود که پائے اسپ ولایتی را اگر محکم می گرفت نمی گذاشت اگر هزار بار سر خود بر سنگ میزند - نواب مومن خاں را پاس خاطر او بسیار منظور بود هر وقت که طبعش راغب بشعر خواندن میدید تکلیف میکرد الا چون نواب مرحوم بعالم بقا رحلت نمود مرزائے مذکور خود را به حیدرآباد رسانید نواب وزیر الممالک آصف جاه بهادر او را به داروغگیٔ دیوان خانهٔ خود سرفراز فرمود - روزے بر سر تقصیرے بر روئے توپ استاده کرده ایما به آتش دادن کرد او دران وقت نام مرتضیٰ علیه السلام برزبان آورد توپ بعد آتش دادن برگشت و یازده کس را از کار برد و مرزا صحیح

---

[1] فقیه بے نظیر و عالم با عمل بوده و جادهٔ شاعری را باسلوب شائسته پیموده در سنه ستة و عشرین از مائة ثالث عشر (۱۲۲۶ھ) بروضهٔ رضوان خرامید و در دهلی بجوار مزار خواجه باقی بالله مدفون گردید سه

از غبار خط ازاں عارض جانان برخاست — هالهٔ طرفه بگرد مه تابان برخاست
پئے تفریح او می نالم و بس — که او زین آه و ناله شاد کام است

(صبح گلشن صفحه ۴۲۵)

[2] پارهٔ بفقره و از علم عربی

و سالم برجائے خود استادہ بود۔ آصف جاہ از وقوعِ ایں ماجرا بہ پوزشِ تمام او را نزد طلبیدہ ترغیب بمصاحبتِ خود کرد ہرگز قبول نکرد و ترکِ لباسِ دنیاداری کردہ بہ دارالخلافہ دہلی رسیدہ در باغِ محمد یار خاں فروکش گردید چوں علی قلی خاں والہ در ابتداء از یاران او بود دوستیِ قدیم را مرعی داشتہ اکثر پیشش او میرفت مدتے درہماں باغ کتبِ تصوف مطالعہ نمود۔ باشتیاقِ بیعت برائے دیدنِ قبلۂ ابرار خلیفہ ابراہیم قدس سرہ روانہ لکھنؤ شدہ چوں باحضرتِ خلیفہ ملاقات کرد باشارۂ آں عالی جناب در خانوادۂ قادریہ بردستِ شیخ عبدالرضائے متین خرقہ پوشید۔ عمر شریفش از ہفتاد متجاوز بود ہفدہ سال است کہ بجوارِ رحمتِ ایزدی پیوستہ سلہ

متین ۔ شیخ عبدالرضائے متین اصلش از نجف اشرف بود و خودش در دارالسلطنت صفاہان تولد یافتہ و بیست سال عمر در انجا کردہ۔ فوائدِ علمی از صحبتِ بزرگان اندوختہ و در عہدِ شاہ عالم بہادر شاہ بہ ہند رسیدہ و ہمیشہ در طلبِ سلوک و فقر کوشیدہ آخر بمطلبِ خود فائز شدہ یعنی بدستِ سید محمد عارف نعمت الٰہی کہ سلسلۂ ایشاں قادریہ است خرقہ پوشیدہ۔ چوں سلسلۂ نسبش بحضرتِ مالک اشتر منتہی میشود ازیں سبب شیخ گفتہ میشود۔ اکثر علوم را از جا بجا تحصیل نمودہ اما بیشتر مزاجش راغب بمطالعہ کتبِ تصوف بودہ۔ چوں از ابتداء وارستگیِ مزاج و موزونیتِ جبلی داشت از صحبتِ سراپا برکت میرنجات صاحب گلشنی نکاتِ شاعری استفادہ میکرد ہرگاہ در عینِ جوانی در آوانِ دولتِ فردوس آرامگاہ رخت بہ دہلی کشید از صحبتِ اکابر ہندوستان ہم فواید کثیرہ اندوخت در مزاج دے شکستگی بسیار بود خود را از ہمہ فروتر میداشت میان او و حضرت خلیفہ ابراہیم قدس سرہٗ نوبت از دوستی درگذشتہ کار بہ برادری کشیدہ بالآخر در لکھنؤ رسیدہ متصلِ فرنگی محل منزل گاہے بدست آوردہ فروکش گردیدہ۔ وزیر الممالک نواب صفدر

سلہ نشۂ از میخانۂ طبعِ متین تا بردہ ام   چوں نصیری مشقِ مولا شد مولائی کار من

(صبح گلشن صفحہ ۴۶۴)

جنگ بہادر وہے چند برائے مددِ معاش وے مقرر فرمودہ ۔ چوں از دنیا و مافیہا بے نیاز بود خود را از فقر امیگرفت در خانوادۂ قادریہ پیش یکے از صلحائے رینیرپور دست بیعت دادہ چوں دراں وقت نواب شجاع الدولہ مرحوم راجہ بینی پرشاد بہادر کہ دور دوراو بود جاگیرش را ضبط نمودہ بہ التماس نواب قاسم علی خاں عالیجاہ ناظم صوبۂ بنگالہ محل سفر بطرف عظیم آباد بست چوں دراں شہر رسید نواب مذکور اورا بسیار کریمانہ پیش آمد۔ چندے گذشتہ بود کہ ہمدراں نزدیکی بسبب مرض صعب بجوارِ رحمتِ حق پیوستہ، قبرش ہمانجاست و عمر شریفش از ہشتاد متجاوز بود سلو

مولائیؔ ۔ صفاہانی آقا عبدالمولیٰ نام دارد شعرہائے آبدار از وبگوش رسیدہ در فصاحت و بلاغت بے نظیر معلوم میشود سلو

سلو در سنہ خمس و سبعین از مائۃ ثانی (۱۱۷۵ھ) بدار جاودانی نقل کرد در اکثر اشعار تتبع شیخ محمد علی حزیںؔ بود و شیخ تحسین کلامش می نمود در فن معما کمال مہارت داشت دیوانش قریب دوازدہ ہزار بیت است سو

جز حدیث عشق حرفے نیست در دیوانِ ما	سورۂ یوسف بود سر نامۂ قرآنِ ما
شاخ گل را میکند فوارۂ خون درچمن	ابر اگر بردارد آب از دیدۂ گریان ما

(روز روشن صفحہ ۶۰)

سلو مولآئی تخلص غلط نوشتہ، صحیح مولیٰ است ۔

با سادات منجران ازقری اصفہان قرابت واکثر درانجا اقامت داشتہ بنابراں بعض تذکرہ نویسان اورا اسنجانی نگاشتہ ۔ با میر نجاتؔ و میرزا لورقی وغیرہما ہم صحبت و سرمایہ علم عربی ہم داشت و خط شکستہ درست می نگاشت در سنہ سیتین و مایۃ والف بجوار رحمت پیوست سو

تنہا نہ گل دریں باغ بوئے وفا ندارد	گلزار ہستی ما ، رنگ بقا ندارد
چشمے کہ خوں نگرید رویش نمی تواں دید	چوں شیشہ گشت خالی در بزم جا ندارد

(صبح گلشن صفحہ ۴۷۳)

مسرور - یکدلی شاملو که ولی محمد نام دارد داروغۂ دیوان خانہ شاہ طہاسپ [۱]

مجید - کہ درویش عبدالمجید خطاط گفتہ میشود مولدش دارالسلطنت قزوین است دراصفہان نشو ونما یافتہ و خطِ شفیعاے رابہ آں پاکیزگی نوشتہ کہ ہمہ خوش نویسانِ صفاہان پیش او پشت دستِ عجز برزمین گذاشتہ اند بلکہ شانے دیگر از پیش خود دراں خط افزودہ شکستہ نام نہادہ داد مقبول طبائع گشتہ - غرض کہ بعد شفیعا کسے کہ موجدِ ایں خط است اوست - آقا یادگار عطار شیرازی کہ عاجت تخلص میکند ایں رباعی در تعریفِ خطش گفتہ قطعہ

اے گشتہ میل بہ خوشنویسی زنخست — مفتاحِ خزانہ سرِ خامۂ تست
تاکردہ خدا لوح وقلم را ایجاد — ننوشتہ کسے شکستہ را چوں تو درست [۲]

---

[۱] لطف علی بیگ آذر صاحب تذکرہ آتشکدہ ست بعہد نادر شاہ او را بحکومت شہر لاہور نواختند پسے بسیار مدہ کہ شبے اوباشان آنجا بر سرش ریختہ چار و ناچار کیل دارالقرارش ساختند سو

گر بعد مردنم گذری بر مزار من — چوں گرد باد گردِ تو گردد غبار من
جستیم ترا در حرم و دیر نبودی — اے نورِ دل و دیدۂ سرِ تو کجائی

(صبح گلشن صفحہ ۴۰۳)

[۲] در عہد محمد شاہ بادشاہ بہندوستان آمدہ ملازمت نواب ابوالمنصور خاں صفدر جنگ اختیار نمودہ و بعد رحلت نواب بوطن خود عود کردہ و در شہر اصفہان سنہ خمس وثمانین والف جام ناگوار مرگ پیمود سو

صد چاک در دل اے پسر دارم زجورت بیشتر — در دل مرا چاکِ دگر زاں چاک پیراہن مزن
صیدت مجید اے بیوفا گر نافگندش از جفا — بر صید افتادہ ربا تیغ اے شکار افگن مزن

(روز روشن صفحہ ۶۰۹)

مشتاق - میر مشتاق صفاہانی سید علی نام دارد از سادات کبار عباس آباد صفاہان بودہ معلوم نیست کہ در شعر شاگرد کیست مشہور چنین است کہ دواوین اساتذہ دیدہ شعر خود را بہ بلند رتبگی رسانید مزاجش از علائق دنیا آں قدر بیزار بود کہ در بعض ضروریات بشری ہم احتیاج بہ کسے نمی برد - بعد سہ ماہ تا چار ماہ خلق را بے تکلف دوستان میکرد (کذا) و با امراء و شاہزادہ ہا بجز ممش خطاب نمیفرمود - روزے شیخ محمد علی حزیں او را تکلیف سفر ہندوستان کرد جواب داد کہ در حمام ہمراہ من بیا تا دراں آبش را بانداز یم و آتش در گلخن روشن باشد و بادزنے در دست بگیریم ہمیں آب و ہوائے ہند است اگر شوق سیر ہند داشتہ باشی من نشان میدہم - سوائے شعر در محاورہ و زبان نیز انصح و ابلغ بود ، اکثر می گفت کہ زبان من سندی است - چرا کہ شعر من پایۂ تخت ایران است عمر شریفش بتحقیق نہ پیوستہ چند سال پیش از وفات شیخ در گزشتہ [۱]

منیر - مرزا باقر منیر قومش سید مولد و موطنش اصفہان است - ہمانجا قدرے فارسی خواندہ خیال شعر میکرد و دراں روز ہا تخلص فدائی بود بعد ازاں کہ بہ ہندوستان آمد با میر شمس الدین فقیر ملاقات نمود بتکلیف میر مذکور باز شعر گفتن شروع کرد و دراں روز ہا حقیر تخلص از میر یافتہ و عروض و قوافی نیز از و یاد گرفتہ فخر شاگردیش دارد - سیزدہ سال پیش

---

[۱] آقا محمد عاشق و رفیق بتری فروش و مرزا صبوح از شاگردان او بودند و از معتقدات اوست کہ بر شاعر واجب است کہ در غزل بسعدی شیرازی و در قصیدہ با نوری و در بزم و رزم بفردوسی و نظامی و در قطعہ با ابن یمین و در رباعی بعمر خیام اقتدا نماید در سنہ سبعین و مایۃ الف (۱۱۷۰ ھ) مشتاق لقائے رفیق اعلیٰ گردید [۲]

گر مہر گویم گہ جہت گر زہرہ گاہے مشتری | اما چو نیکو بنگرم تو از ہمہ بالاتری
ہر عضو از عضو دگر باشد یسے زیبندہ تر | خود با ایں خوبی بشر ، حورے ندانم یا پری

(روز روشن صفحہ ۶۲۸)

ازیں تبدیل تخلص کردہ خود بخود متخلص بہ متیر شد۔ حالا در کوچہ سرائے مان در دارالخلافہ شاہجہاں آباد فرد کش ۔ و مردِ غریب و دلچسپ بود و طرفہ ترانیکہ باوجودیکہ دیوان درست کردہ شعر درست بستہ میگوید اما کم علمیش چنیں است کہ ہنوز املا درست نمی تواند نوشت بجاے س، ث، د بجاے ط، ت، و ہم چنیں دیگر حروف ہا کہ قریب المخرج واقع شدہ اند می نویسد بندہ دستخطِ او بچشم خود بر بیاضے دیدہ ام و بہ ایں عمر سرے بہ موسی نیز دارد و بپرسش در مشاعرہ من کہ مرتبہ دوم در شاہجہاں آباد طرح انداختہ بودم ہمیشہ می آمد و غزلہاے ہندی و فارسی می خواند و دیوان پدر در دست داشت[۱]

مکین ۔ مرزا محمد فاخر مکین بزرگانش اہل خط بودہ اند و خودش از شاہجہاں آباد است در ابتدائے شوقِ شعر یک دو بار اصلاحِ شعر از قنوت خاں کشمیری گرفتہ اما حالا دم از شاگردیِ آغا عظیمائی اکسیر میزند مدت دراز بہ لکھنؤ رسیدہ گوشۂ عزلت اختیار کردہ نام بشاعری و متوکلی و کم سخنی و بیدماغی بر آوردہ ۔ شاگردانِ بسیار از ہند و مسلمان و غریب و تونگر جمع ساختہ مزاجش بہ تحقیق لغت و صحتِ الفاظ و مستحضر داشتن عروض و قوافی بیشتر مصروف است و شعر بدرجۂ اوسط درست بستہ میگوید البتہ شخصے بزرگ و محقق است[۲]

---

[۱] شبے کہ بر دلم آں ماہ پارہ می گزرد　　مرا شرارۂ آہ از ستارہ می گزرد

(صبح گلشن صفحہ ۴۶۳)

[۲] در فتنۂ احمد شاہ درانی (۱۱۷۱ھ) بہ لکھنؤ آمدہ و در ۱۲۲۰ھ سفر بدار آخرت بستہ سو

گرچوں سبو بمیکدہ بر دوش من درآ　　گاہے چو مے بہ شیشہ در آغوش من درآ

رقیباں گوش بر آواز و او در ناز و من ترساں　　سخن گفتن چہ مشکل بود در جائے کہ من بودم

(شمع انجمن صفحہ ۴۱۶)

مخلص - انندرام مخلص قوم کهتری متوطن لاهور وکیل ذکریا خان ملازم نواب اعتمادالدوله وزیر مرد فربه و مالدار بود در وکیل پوره عمارت تمامے عالی شان ونظر فریب چوں مرقع تصویر داشت در ابتدا شاگرد مرزا بیدل و بعدازاں به خان آرزو رجوع آورده و مراعات بسیارے نسبت به خان مذکور کرده دیوانش از نظر فقیر گذشت شعر ہائے رنگین و آب دار دارد [۱]

میر - میر محمد تقی میر همشیره زادهٔ سراج الدین خان آرزو - در فن شعر ریخته مرد صاحب کمال است که مثل او از خاک هند دیگرے سر بر نیاورده - چرخ پیر را سالہائے دراز چرخ باید زد که همچو شخصے را بروئے کار آرد - شعر هندی را نسبت بدیگر شعرائے ریخته گویاں به پاکیزگی و صفا گفته که فارسی گویاں را از رشک ریخته اش خون در دل افتاده بلکه اکثر اشخاص موزوں طبع که ریخته اش شنیده و مزهٔ ایں زباں از زبان او دریافت کرده فارسی گوئی را بر طاق بلند گذاشتند و توجه بر ریخته ریخته اند در عهد فردوس آرامگاه اکثر ارکان پایهٔ تخت وکسانے که نسبت بسخن داشتند او را تعظیم و توقیر بمراتب بهتر از دگراں میکردند - اکنوں که بایں خرابه کسے درمیان نیست و زمانه از قدر داناں بکلی خالی شده باوجود عیال داری توکل اختیار کرده روے نیاز به ایں نو کیسه ہائے چند نمی آرد، و ازبسکه از ابنائے زمانه کسے را مخاطب صحیح نمی پندارد سخن بر کس و ناکس نمی کند ازیں جهت اعزه او را کج خلق و برخود غلط و انصاف دشمن قرار میدهند - صیت سخنوریش تمام اطراف هندوستان را فرا گرفته، شعر ریخته اش از کمه تا مهه بر زباں دارند و صادر و وارد از دیارے بدیارے بطریق ارمغاں برند - و ازبسکه از ابتدائے سخن

---

[۱] مخاطب بررائے رایاں در سنه ۱۱۶۴ھ قالب تهی کرده سه

برد سودائے سر زلف تو از خویش مرا | سفرے دور و دراز آمده در پیش مرا
با بلبلان شریک فغاں میشدم دے | نگذاشت فصل گل، بجس باغباں مرا

(شمع انجمن صفحه ۴۳۴)

گفتن نام بریختہ گوئی برآوردہ دعوائے شعرِ فارسی چنداں ندارد اگرچہ فارسی کم از ریختہ نمی گوید۔ می گفت کہ دو سال شغلِ ریختہ موقوف کردہ بودم دراں ایام قریب دو ہزار بیت فارسی صورتِ تدوین یافتہ۔ سلو

منت ۔ میر قمرالدین منت کہ بقولش مولدش شاہجہاں آباد است از عشیرۂ سادات حسینی در اولادِ سید عبداللہ مشہدی کہ بہ امام ناصرالدین سونی پتی شہرت دارد و در قصبۂ مذکور آسودہ است، جوانیست بزیورِ علم و حیا آراستہ و بکمالاتِ صوری و معنوی پیراستہ سلسلۂ بیعت بجناب قطب العصر حضرت مولوی فخرالدین نوراللہ مضجعہ درست ساختہ و سازِ مقاماتِ درویشی را بمضراب فقر و فنا بخدمتِ ایشاں نواختہ تا در شاہجہاں آباد بود پیوستہ در حلقۂ مجلس آں حضرت میرسید و تاج سرے دولتِ ہزار میخی چوں آزادگاں برسر و دوش میکشید۔ از ایامے کہ بہ پوربِ رسیدہ وبخت بلندش یاوری کردہ اورا از حضیضِ عسرت باوج فراغت رسانیدہ وضع اندیشہ را برطاق بلند گذاشتہ لہذا اکثر یارانِ طریقت بیچارہ را بزباں می کردند و نمیدانند کہ آدمی برائے قوت چہا کہ نمیکند از تصانیفِ اوست جوابِ خمسہ نظامی دیوانِ غزل با قصاید وغیرہ قصۂ ہیر و رانجا معجز الکمال در جوابِ سحر الحلالِ ملا آملی کہ ہنوز ناتمام است و در جوابِ گلستاں و بوستاں شکرستاں و چمنستاں۔ غرض کہ

سلو وفاتش در ۱۲۲۵ھ بتاریخ ۲۰ رشعبان المکرم اتفاق افتاد و در قبرستان اکھاڑہ بھیم مدفون گردید نود سال عمر یافت ناسخ تاریخ گفتہ "واویلا مردِ شہ شلواں"

کلام سعہ

گفتم آں آتش سوزاں زسرِ طور چہ شد | دل اشارت بجگر کرد کہ اینجا افتاد
گر باین رنگیں خرامی بگذری از طرف باغ | سرو را شوق تماشا یت برفتار آورد

شمع انجمن صفحہ ۱۴۴

مجموعۂ اشعارش قریب صد ہزار بود، شخص پرگو است سلہ

محتشم - محتشم خاں محتشم قوم کنبوہ ساکنِ شاہجہاں آباد شخصِ مسِن و عمدہ معاش بودہ فقیر اورا در ابتدائے شاعریٔ خود در قصبۂ امروہہ دیدہ بود شعر بزبان ہندی و فارسی ہر دو میگفت ۔ سلہ

معنی - شیخ محمد مسعود معنی پسر حافظ محمد معصوم خوشنویس بادشاہی مردِ صوفی مذہب و درویش سیرت است بزرگانش از پنجاب آمدہ چندے در سودہرہ بودہ اند بعد ازاں در عہدِ فردوس آرامگاہ بہ شاہجہاں آباد توطن گزیدہ ... در قوم نسبش بہ خاندان اہلِ قریش مے پیوندد و پدرش بعلاقۂ خوشنویسی در حضورِ معلیٰ نسبت خوشنویسان دیگر عز امتیاز داشت - مشار الیہ دریں فن از تربیت یافتگانِ والد مرحوم خود است۔

سلہ بوسیلۂ مدح گورنر جنرل خطاب ملک الشعرائی یافت آخر بحیدرآباد رسیدہ دہ ہزار روپیہ صلہ یافت در کلکتہ بعمر چہل و نہ سالگی در ۱۲۰۸ھ درگزشت سہ

نقدے بکف نبود بجز آبرو مرا   آنہم ز دست ریخت بپائے سبو مرا
رسم دیوانگی از حلقۂ گیسوئے تو خاست   شورِ محشر ز خرام قدِ دلجوئے تو خاست

شمع انجمن صفحہ ۴۱۵

سلہ ولد محمد اشرف خاں بن دانشمند خان بن بہلول خاں دہلوی بہ نظر رابطۂ موروثی بدربار محمد شاہ بمنصبے ممتاز بود و در ایام غدر نادر شاہ ایرانی از دہلی برآمدہ با مروہہ قیام گرفت و برا پسرے بود نامی شیخ احسان علی (منتخبۃ التواریخ صفحہ ۱۰۸) مرد عمدہ معاش بودہ و شعر از و از نظر مولف گزشت

نیست غیر از یک نفس چوں ملک ہستی را قیام   ہمچو شبنم برسر برگ گیاہے ساختم
من ز چشم مے پرستش تا نگاہے ساختم   در بپائے جام رہ دیا گاہ گاہے ساختم

(جام جمشید نما قلمی)

دور ملائی و تدریس و تقریر و دقت رسی معنی اشعار دقِ مرزا جلال اسیر و زلالی وغیرہ۔ از آموختگان نظام خاں معجز سوائے نستعلیق بہ نیکو نوشتن خطِ شکستہ و ثلث دستے تمام دارد۔ از انجا کہ طبعِ موزوں داشت خودہم بطورِ متاخرین بگفتن و نوشتن نظم و نثر زبان وقلم را فرسودہ از نتائجِ طبع آں بزرگ است۔ [۱]

مظہر۔ کہ اسم شریفش مرزا جانِ جان است روزے وجہ تسمیۂ خود را پیشِ فقیر بیان کردہ اعنی اسم والد من مرزا جان بود و چوں در اواخرِ عمر خلد مکان تقدم بعالمِ وجود گذاشتم و ایں خبر بسمع بندگانِ اقدس رسید ارشاد شد کہ نامِ ایں پسر جان جاں باید گذاشت۔ والۂ داغستانی در ریاض الشعرا مرزا مزبور را از سادات علویہ نوشتہ و ایں غلط محض است چرا کہ مرزا بقول صحیح از اتراکِ توران است و بعدِ فوتِ والدِ ماجدِ خود مال و اسبابِ فراواں کہ بدستش افتادہ بود بذلِ مجالس و دعوتِ یاراں نمود و در ہژدہ سالگی ہمہ را پاک فروختہ کلاہِ درویشی بر سر گذاشت و بایکے از شیوخِ نقشبندیہ مجددیہ جذب فوائد کردہ خرقہ پوشید ازاں بار تا ہشتاد [۲] سالگی درکمالِ عزت و وقارِ بے نیازی گذرانید واز بادشاہ تا فقرا احدے نبود کہ آستاں بوسیش را موجبِ افتخارِ خود نہ دانست۔ واز بسکہ در ابتدائے شعورِ عشق در طینتش مضمون بود اکثر شعرِ عاشقانہ تعبیر کردہ، چنانچہ خود میگوید

مرا چہ جرم کہ پُر نالہ ام زموزونی　　غلط کنندہ عزیزاں بمصرعِ استاد

درعہدِ شاہ عالم بادشاہ کہ بسببِ بودن امیر الامرا ذوالفقار الدولہ بہادر در دہلی

---

[۱] پدرش درعہد محمد شاہ دل از وطن بر کندہ در شاہ جہاں آباد توطن اختیار نمود سو

بے رخش سیرِ چمن لطف ندارد معنی　　خم ہر شاخِ گلے در نظرم شمشیر است
طوق مانند اسیراں نہ مرا بایستے　　حلقۂ زلف تو درگردن ما بایستے

[۲] متون ہشتاد و چہار سالگی　　(صبح گلشن صفحہ ۴۴۱)

علوی اہل تشیع بیشتر بود ایں بزرگ مقتدائے متعصبان اہل سنت وجماعت گفتہ
مے شد شخصے از متعصبان اہل تشیع شب ہفتم محرم الحرام یک ہزار ویک صد و نود
پنج اورا بگولۂ طپانچہ مجروح ساخت وصبح عجب ہنگامہ ازیں ماجرائے حیرت افزا
در تمام شہر برپا شد، ہیچ کس نبود کہ دندان تاسف بلب نرسانید غرض کہ متعلقانش
در حلے کہ تدبیر معالجہ اش رائے میزدند ذوالفقار الدولہ بہادر ہم گفتہ فرستاد کہ
قاتل شمارا بہ تحقیق رسانیدہ وسزائے عملش درکنار او میگزارم اگر امر فرمود فرنگی ڈاکٹر
فرستادہ آید مرزا گفت قصاص برائے زندہ میباشد من خود مردۂ متحرک بودم اگر کسے مردہ را
کشت بردے چہ قصاص و معالجۂ خود بطور خود میکنم، صاحب خاطر جمع دارند۔ چوں
زخم بہ پہلوئے دل رسیدہ بود بروز عاشورہ طائر روحش از قفس عنصری پرواز کرد
جاں بری روئے نمود۔ ہرگاہ بعد فوتش یکے از نیاز مندان او در دیوانش فال کشود
ایں بیت برآمد۔

بلوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے ۔۔۔ کہ ایں مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

ووقتِ مجروح شدن ایں شعر حسب حال برزبان مرزا گذشتہ بود۔

چہ خوش بردے دل تنگ مادرے واکرد ۔۔۔ خدا دراز کند عمر زخم کاریٔ ما

دیوانے مختصر از و یادگار است۔ اکثر موزوں طبعاں فکر تاریخش کردند اما آنچہ از
نامۂ خیال فقیر حقیر مصحفی ترا دیدہ ایں است۔

چو مجروح شد مظہر بیکس دکو ۔۔۔ ....

شب ہفتم ماہ عاشور بود آں ۔۔۔ کہ از خوں شدش سرزمین کربلائی
دراں رنگ ہم می چکد از بن او ۔۔۔ زہر قطرہ خونِ دل میرزائی
کسے از سلف ہم نہ بگذشتہ باشد ۔۔۔ باایں بید مائی باایں کبریائی
غرض در شب قتل شاہ شہیداں ۔۔۔ کہ جست از قفس مرغ روحش رہائی
مریدانش در حلقۂ غم نشستند ۔۔۔ زپیراں برآمد خروشش جدائی
بمرگش چنیں موکشادند حوراں ۔۔۔ شد از دیدۂ قدسیاں روشنائی
جو بشنید ایں واقعہ مصحفی ہم ۔۔۔ غمے خورد باوصف دیر آشنائی

فرد رفت در فکرِ تاریخِ سالش   کہ تا سامعاں را کند غم زدائی

پس از ساعتے سر ز جیبِ تامل
بر آوردہ گفت آہ مظہر کجائی
۱۱۹۵ھ

مصحفی ۔ مؤلف ایں مجموعہ فقیرِ حقیر غلام ہمدانی کہ مصحفی تخلص میکند او را نیز لازم آمد کہ در ردیفِ میم اشعار خود را ہم زینتِ تذکرہ نماید تا بدیں واسطہ داخلِ حلقۂ مجلس یاراں باشد لہ

لہ آساں نہ بر رُخِ تو نظر دوختیم ما   جائے گداختیم و دلے سوختیم ما

بر خاک مریز اشکم اے چشم   بیدرد! چکیدۂ دل است ایں
چوں شکل خویش با تو گویم   باور نکنی، چہ مشکل است ایں

خمار بادہ است از چشم نرگسیں پیداست   تو شب بزم کسے بودۂ چنیں پیداست
یقیں کہ در سرت اے گل خیال رعنائی   ز تاب دادنِ آں زلفِ عنبریں پیداست
مگر ز غارتِ باغِ مراد می آئی   ز آستینِ تو یک دستہ یاسمیں پیداست
کدام شعلہ رخے مصحفی دوچار تو شد   کہ ہر نفس ز لبت آہ آتشیں پیداست

دامن از خاکم بناز آں شوخ برچیدی چرا   من ہماں خاکِ رہم از من تو ترسیدی چرا
مصحفی از عشق در کوئے فرو بگریستی   بے خرد دیوانۂ رسوا نگردیدی چرا

بکرم کہ دراں دل کہ نقشِ یار نشست   محبتِ دگرے چوں فراز می گردد

نام عشق او مبرا اے مصحفی   در مقام رشک بودن خوب نیست

قاصدے رفتہ ام از کوئے کسے می آید   مے طپد دل کہ صدائے جرسے می آید
من نہ آنم کہ بہ ترکِ غم جاناں گویم   میزنم دم ز وفا تا نفسے می آید
شاید امروز گذر کرد بہ گلشن صیاد   نالۂ تازہ ز کنجِ قفسے می آید
من کجا و طرفِ لالہ و گل دیدن آہ   در دل از سیر گلستاں ہوسے می آید

(مسلسل)

• بقیہ حاشیہ

ہمرہِ محملِ لیلیٰ دلِ نالانِ کسے است　　　خلق را وہم کہ بانگِ جرسے می آید
(نسخہ رام پور)

مضطر:- کرپا دیال عرف کنور سین المتخلص مضطر خلف الصدق دیوان بینی پرشاد برادر زادۂ دیوان بھوانی پرشاد قوم کائستھ سکسینہ عمدۂ خاندان است - اصلش از شاہ جہان آباد و خود در لکھنؤ نشو و نما یافتہ جدش کہ دیوان چوڑامن داس نام داشت در دار الخلافۂ دہلی دیوانِ خزانۂ عامرہ و پیشکارِ پنج ہزار مغلیہ بود برفاقتِ نواب سعادت خاں جنگ بہادر برہان الملک جنت آرام گاہ بہ خدمات و عمارات گذاشتہ در لکھنؤ آمد ہم ہمیں جا در محلۂ کٹرہ رائے احداثِ مکان نمود تا عہدِ نواب منصور علی خاں بہادر و راجہ نول رائے بخدمات نیابت و پیشکاری با بخوبی بسر بردہ و عم و برادرش نیز ہمیشہ عمدۂ روزگار ماندہ - چنانچہ در عہد نواب آصف الدولہ بہادر وزیر ابن وزیر کہ راجہ بھگوان داس صوبہ دار کشمیر شدند و ہمیشہ کارہائے عمدہ کردہ آمدہ داد خود ہم خدمات لائقہ نمودہ می نماید تا انسان کہ سنہ یک ہزار و دو صد و سیزدہ ہجری عمرش بست و پنج سالہ جوان خوش خو و سلیم و آراستہ مزاج و متواضع و خلیق نیاز مندان درویشان بلکہ خاکپائے ایشان و خادم علما و فضلا طالبِ صادقِ فصحا و بلغا درد مند درویش خدا پرست خدا ترس باوجودِ عینِ شباب از عمر شانزدہ سالگی بتقضائے داد آلہی از شراب و از جملگی مسکرات منہیات توبہ کردہ و از افعالِ شنیعہ اجتناب دارد در سیاق و انشا پردازی کہ خاصہ است چنانکہ باید دستے تمام دارد - و حالا شوقِ تحصیلِ علمِ عربی و حکمت دامنِ دلش کشیدہ و بمقتضائے موزونیٔ طبع و مناسبتِ مزاج کہ با حسن و عشق سرے دارد گاہ گاہے شعرِ فارسی و ہندی نیز چون نالہ آہ کرد و از دلِ پر درد بر زبانِ قلم می آرد و مسوداتِ ہر دو نیز می دارد - اشعار ہندیش در تذکرۂ ہندی درج اند بطرفِ فارسی رغبتے دارد و یکے از راسخ الاعتقادانِ یک رنگِ فقیر است - مذاقش از کلامش ہویدا -

حرف النون

نیرّ - شجاع خاں نیرّ برادر زادهٔ نواب سید صلابت خاں بهادر ذوالفقار جنگ بود در وقتِ فردوس آرام گاه از صفاهان به دارالخلافه رسیده از علومِ عربی نیز پارهٔ خبر دار بود و در شعر پنجه باگذشتگان کرده - دیگر احوالش غیر ازیں معلوم نیست که بعالمِ بقاشتافته۔

ندیم - میرزا ذکی ندیم - که با تهرمانِ ایران یعنی شاه شاهان نادر شاه طریقِ مصاحبت نموده بود و حرمتش بدرجه بود که پاے کرسیٔ شاه گلیم براے نشستن فرش میکردند و عبدالباقی خاں که وزیر شاهی بوده است مرزائے مذبور را عریضه می نوشت بلکه روز فتح قندهار تلیان روبروے شاه کشیده - بقولے در نجفِ اشرف وفات یافت - گویند قبر آدم علیه السلام در نجف اشرف است ، میرزاے مذبور در شانِ حضرت امیر علیه السلام مثنوی گفته و ایں مقدمه را در دو بیت ادا نموده . سلو

نکهت - محمد یوسف برهان پوری گفته می شود و همیشه در زمانهٔ بادشاهانِ ماسبق بعیش و عشرت و عزت و حرمت بسر برده در عهدِ فردوس آرامگاه بخطابِ سمنور خاں سر مباہات بچرخِ بریں سوده مدتے گذشته که دو مثنویش در بحر هزج یکے در تعریف فصلِ بهار و یکے در تعریفِ هولی بنظرِ فقیر در آمده بود دراں هر دو مثنوی تلاشهائے

سلو ندیم بمنادست نادر شاه رسید و از قهر جبروتش هر دم برخود می لرزید تا آں که اجازت نجف اشرف گرفت و دراں بقعه علیه اقامت گزیده سنه اثنین و خمسین از مایة ثانی (۱۱۵۲ ھ) بعالم بقا رفت مثنوی دُر نجف تصنیف اوست سو

هر قاصدے که برد بجاناں پیام ما	اول زنگ کرد فراموش نام ما
کیسے بحال کس از بیکسی نمی سوزد	بمدعائے دل روزگار می سوزم

(صبح گلشن صفحه ۵۱۳)

نمایاں دارد۔ وایں شعر او کہ مشہور است از خزانۂ عامرہ نوشتہ شد[۱]

نیازی ۔ تخلص احمد مرزا و صفویست از نوست ۔[۲]

نظام ۔ نواب عماد الملک نظام تخلص کہ ذکر کمالات ظاہری و باطنی ایشان از بس شہرت بسیار دارد محتاج بیان نیست در شعر فہمی و شعر گوئی نظیر خود نہ دارد از نتائج طبع آں بزرگوار آنچہ بہم رسیدہ ایں است[۳]

---

[۱] نکہت ۔ از نژاد طائفہ چک باشد کہ پیش از عہد اکبری سلاطین کشمیر بودند۔
از پیشگاہ محمد شاہ بادشاہ مخاطب بہ سخنور خاں بود سو

نہ گردد رفعت دنیائے دوں بے کشمکش حاصل   بگردوں خیمہ را چندیں طناب افتد کہ برخیزد

بغیر من کہ بتن نقش بوریا دارم   الو کشیدہ کہ دارد قبائے عریانی

(شمع انجمن صفحہ ۴۵۷)

[۲] نیازی ۔ اصفہانی خلف سید مرتضیٰ از احفاد سلطان العلما خلیفہ سلطان صفوی است ع

بیک کرشمہ زلیخا وشے دل مارا   چناں ربود کہ یوسف، دل زلیخا را

بیا کہ آمدنت باعث شفائے من است   مریض ہجر توام، دیدنت دوائے من است

(روز روشن صفحہ ۷۲۶)

[۳] ز جوش اشک گمن در دامن مژگاں لآلی را   کہ در مردم نباشد اعتبارے دست خالی را

و ابیکدم عقدۂ عمرے ازاں شمشیر شد   تیغ کج گر راست برُسی ناخن تدبیر شد

(شمع انجمن صفحہ ۴۶۲)

حرف الواو

وجدان - میر معصوم نام که عالی نسب خاں خطاب داشت خلفِ میر محمد زماں راسخ سرہندی است با میر کلاں قدس سرہٗ سلسلۂ نسبش میرسد، مدتے برفاقت نواب سیف الدولہ عبدالصمد خاں ناظمِ لاہور و ملتان عز امتیاز داشت - مثل پدرِ خود شاعر سرمایہ دار بودہ قصائد و دیوان و مثنوی وغیرہ ہمہ دارد از شصت متجاوز عمر یافتہ مدفن او در لاہور است - [1]

والی تخلص حسر پورہ راجہ پتر چند خزانچی نواب وزیر مرحوم مستطاب رائے نام دارد و بزرگانش سکنہ دہلی بودہ اند خودش در لکھنؤ نشو و نما یافتہ - جوانیست بحسن و جاہت آراستہ و باخلاق نیکو پیراستہ - از انجاکہ در قوم بانیہ اگر والا است اوقات را بخوبی بسر می برد و استفادۂ شعر از مرزا محمد فاخر مکین کردہ و میکند دیوانش از نظر فقیر گذشت تخمیناً مجموعۂ دو ہزار بیت مع سہ چہار قصائد و رباعی وغیرہ دیدہ شد - در غزل بطرز بابا فغانی علیہ الرحمۃ قدم می گذارد و ہمت بتلاش شعرِ عاشقانہ می گمارد آفریں بر ہمتش عمرش بیست و پنج سال خواہد بود -

وفا - قمی مرزا اشرف الدین علی خاں نام دارد و مولد و موطنش دار المومنین قم است اگرچہ پدرش سید شرف الدین نامش گذاشتہ بود اما گویند کہ یکے از خواتینِ ایران او را

---

[1] بہ آثار خالج یا لکھؤ در ماہ جمادی الثانی سن ۱۱۶۰ھ ہزار و صد و شصت رحلت کرد -

دلے بیار و بہ میخانہ عاشقانہ در آ	بگو کہ شیشہ فروشم بایں بہانہ در آ
بسیر باغ اگرش رود آں طفل می ترسم	بگل از بسکہ ہمرنگ است در گلزار گم گردد

(مردم دیدہ صفحہ ۱۰۶)

بفرزندی برداشته به آقاسی بیگ ملقب ساخته۔ در اوائلِ عهدِ احمد شاه در یک هزار و یک صد و شصت هجری به هند آمده و به امرار این جا رابطۂ دوستی بهم رسانید اوقات بخوبی میگذرانید میانِ او و والہ اصفاهانی کار از دوستی به برادری کشیده بود پیوسته شام و چاشت یکجا میکردند و بواسطۂ خان مذکور چندے وارد نگی..... دار الخلافه شاهجهان آباد نیز بنام مرزائے موصوف قرار یافته بود۔ شانزده سال در هندوستان بسر برده مدتِ بست و دو سال شده که بوطنِ مالوفِ خود رفته همانجا قیام دارد اشعارِ او از مرزا صفی الدین خان صفاهانی که خلف الصدقِ آن بزرگوار است گرفته داخلِ تذکره کرده شد۔ ۱؎

وداد۔ که مرزا محمد زمان نام دارد در عرف سلیمان قلی خانش می گفتند جدش اصفهانی بود خودش در شاهجهان آباد نشو و نما یافته مذهب اثنا عشری داشت همراه نواب موسوی خان مرحوم بعزت هر چه تمام تر بسر می برد۔ بدرماهه سه صد روپیه امتیاز داشت۔ شعر را چون گوهر آبدار بخوبی و صفائی تمام در سلکِ نظم کشیده ۲؎

واقف۔ که نور العین نام دارد پسر قاضی امانت الله بٹالی از مشاهیر شعرائے هند گذشته۔ اگرچه جامعِ جمیع علوم متداوله بود اما نازشِ خود بر زبانِ خود داشت و الحق

۱؎ در عهد محمد شاه بادشاه در هند رسید و در سنه هزار و دو صد بساط زندگی در نوردید ۲؎

یار آمده بود بر سرِ مهر — بے مهری روزگار نگذاشت

به بیقدری چه باشد حالِ آن صیدے که صیادش — بجرم این که می نالید که وا از دام آزادش

(روز روشن صفحه ۷۶)

۳؎ میکشی نیست شعارِ دلِ غم پروردِ ما — خونِ ما بادۂ ما، دیدۂ ما ساغرِ ما

جلوه اش در نظر و حسرتِ دیدن باقیست — گو دلم نیست بجا، شوقِ طپیدن باقیست

(صبح گلشن صفحه ۵۸۹)

که دیوانے در کمالِ شستگی و بزرگی بطرزِ متقدمین دارد، اشعارش در ہمہ جا اطرافِ ہندوستان مشہور است و پیشِ دانایانِ این فن نامش بیکتائی مذکور۔ در وقتے کہ احمد شاہ ابدالی بہ ہندوستان آمدہ با بھاؤ و سردارانِ دکن ہنگامۂ بگیر و بہ بند و بکش گرم ساختہ اکثر مرزایانِ دفتر مثل مرزا عبدالہادی لاری مشرت اصطلاح لیجیے بہل الہ وردی خاں مخزون و نیز بقولے حیرت شاملو ہراتی و دیگر مرزایانِ دفتر دیوانش را نوشتہ برغبتِ تمام با خود بردند چنانچہ الحال در ہرات و سیستان رائج است عمرش قریب بصد رسیدہ باشد[۲]

وفا۔ وزیر زادۂ تبریز

واصلی۔ مرف مرزا امامی بزرگانش بقولِ[۳] خودش اہلِ ایران بودہ اند لہذا واصلی تخلص گذاشتہ چنانچہ گوید بیت

واصلی را چہ غم از سختیٔ ایامِ فراق　　رشتۂ بندگیش را چو بواصل بستند

و در علمِ موسیقی و تیر اندازی شوق تمام دارد و نیز در علمِ ہندیان یعنی سنسکرت خوض بسیارے کردہ۔ مردِ صاحبِ کمال است بمقتضائے صفائی طبع شعر راہم در عالمِ جوانی بپاکیزگی گفتہ و از نظرِ میر شمس الدین فقیر گذرانیدہ۔ گاہ گاہے حالاہم چیزے موزوں میکند

---

[۱] ملون اصطلاح داں

[۲] بلو مشق سخن از نظر میر محمد معصوم وجدان گزرانید بعد معاودت حاکم از سفر حجاز ہر دو باتفاق با ورنگ آباد رسیدہ آخر کار در ۱۱۹۵ھ روحِ نفس دنشین و ماہتہ وانف بگلشن فردوس آرمید سو

از شگفتن ہا چہ می پرسی من دیگر را　　خندہ می آید بعالم غنچۂ تصویر را

با کہ گویم درد پنہانی کہ شبہائے فراق　　کس بمن ہم خانہ از صورتِ دیوار نیست

(نتائج الافکار صفحہ ۷۵۸)

[۳] ن وخودش از شاہ جہاں آباد است چوں دستِ بیعت بدستِ مبارک شاہ واصل دادہ بود ہذا واصلی تخلص گذاشتہ الخ

عمرش قریب ہفتاد خواہد بود فقیر او را در لکھنؤ دیدہ بود۔ و دیوانش نیز مشارالیہ از رفقائے شیر افگن خان باسلی است بجناب میر شمس الدین فقیر استاد خود و قتیکہ ملازم نجف اشرف بودند نوشتہ رباعی

زود است کہ بامراد دم ساز آئی | با اہلِ نجف ہمدم و ہمراز آئی
قربانِ سراپاے تو گردم ہر گاہ | قربانِ شہ نجف روی و باز آئی

والہ۔ داغستانی۔ اصلش داغستان و مولدش اصفہان است نسبش بہ عباس عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرسد چنانچہ خود دریں شعر می آرد۔

دار و ز زلف کسوتِ عباسیاں ببر | از دودمانِ ماست رُخ دلستانِ ما

اگرچہ در عربی میزان درست نکردہ بود اما در فصاحت و بلاغتِ شعر ید بیضا داشت و در وجاہتِ ظاہری بے نظیر افتادہ بود۔ شیخ مرحوم و مرزا جعفر راہب ہر دو مجروح تیغ محبتش بودند اکثر چیزہا در فنِ شعر بوے آموختند اما بیشتر از مرزا جعفر مستفید بود و بہ شاگردیٔ او اشتہار داشت ۔ و دریں عالم شباب خودش سر با خدیجہ سلطان بنتِ عم خودش نرد تعشق می باخت و تنہا در محلاتش رفتہ گریۂ بے اختیار سر میداد مدتے چندیں و طیرہ بگذشت چوں کارش بہ رسوائی کشید و از آمدن دراں محلہ ممنوع شد بلکہ بیم جاں روے نمودہ چار ناچار از دستِ بیقراریِ عشق تنگ آمدہ شدایدِ سفر را برخود اختیار نمود تا آنکہ بہ ہندوستان آمد و بملازمتِ حضرت فردوس آرامگاہ مشرف شدہ بخدمتِ میر توزکی و منصب چہار ہزاری سرافرازی یافت ۔ میر شمس الدین فقیر عباسی قصۂ عشق او با خدیجہ سلطان بحسب ایماے وے در سلکِ نظم کشیدہ و آں کتاب را موسوم بہ والہ و سلطان گردانیدہ و خانِ مذکور در تذکرۂ خود کہ ریاض الشعرا نام دارد میر را بخوبی یاد کردہ بلکہ بہ پیری می لعغز سید۔ بالآخر در وقتِ احمد شاہ از دارالخلافہ برآمدہ در شہرے از توابعِ صوبۂ اودھ رخت از جہان فانی بربست و بقولے در دہلی

لـه ن می رسید

دریک ہزار ویک صد و ہفتاد [1]

وافی - حاتم بیگ وافی اصلش از شاہجہان آباد شاگرد میر شمس الدین فقیر فکر شعر ہندی و فارسی ہر دو یکسر اما در ہندی مرثیہ گوئی بیشتر میگوید و دران فاطمی تخلص میگذارد - [2]

وفائی - زبردست خاں وفائی از اولادِ علی مردان خاں کہ در دہلی نہر آوردہ بود. جوانِ غریب و با تواضع است فقیر او را در لکھنؤ دیدہ - [3]

---

[1] در اصفہان در ۱۱۲۴ھ متولد شدہ میر آزاد نواکہ با در لاہور دیدہ و ترجمہ حافظ او در خزانہ عامرہ نوشتہ در [illegible]ھ در شاہ جہان آباد ودیعت حیات سپرد سو

گر جاں رودم ز تن نخواہم مردن ۔ درخاک شود بدن نخواہم مردن
گویند علی قلی بمرد این غلط است ۔ او ہام تو مُرد من نخواہم مردن

(شمع انجمن صفحہ ۱۹۱/۱۹۲

[2] نسبت بنیرگی و شاگردی با میر شمس الدین فقیر دہلوی دارد سو

نہ کنم گوش کلامے کہ ز پیغام تو نیست ۔ نہ برم نام حدیثے کہ درو نام تو نیست
در الساطم کہ نہ دینے و دنیائے ہست ۔ من کجا و سر سودائے تو سودائے ہست

(صبح گلشن صفحہ ۵۸۳)

[3] طبعش یا الزاع افکار بفکر نظم ہم وفائی نمود سو

برمی دارید تا بوتم چرا از کوئے او ۔ آں کہ خونم ریخت کے ہر نماز آید بروں

(صبح گلشن صفحہ ۵۹۶)

حرف الہا

ہجری - صفاہانی مرزا ابوالقاسم نام دارد، ایں بزرگ درقوم سید بصری[1] است

ہادی - شاعرِ ریختہ گواست درزبانِ ہندی تصنیفاتِ چند دارد و گاہ گاہے خیال شعر فارسی ہم می کند۔

گردِ ہادی کہ از غبارِ من است[2]   گردِ کویت ہنوز می گردد

ہما - مولوی عطاء اللہ ہما استادِ مرزا جان بیگ سامی کہ ذکرش برصدر گذشت مولد و موطنش کشمیر است گویند مردِ با فضل و کمال و شاعر زبردست بود[3]

ہاتف - مرزا ابوعلی ہاتف مولد و موطنش اصفہان قومش مغل است صاحبِ ریاض الشعرا اورا نوادۂ مرزا اسمعیل ایما نوشتہ وہم ازاں کتاب است کہ دوسالہ

---

[1] میر ابوالقاسم ابن آقا محمد صادق - در ساختن شمشیر ید طولیٰ داشت سو

اے دوست اگر با تو نشینم میرم   ور از تو مفارقت گزینم میرم

الفقصہ چنانم کہ رُخِ خوب تُرا   بینم میرم دگر نہ بینم میرم

روز روشن صفحہ ۴۷۷

[2] میر محمد جواد دہلوی

[3] مولوی عطاء اللہ کشمیری

حالِ دل را کہ درآں حلقۂ مو میداند   ہر کہ دردام بلائی فتد او میداند

صبح گلشن صفحہ ۶۰۷

بہندوستان رسیده و ہم اینجا کور سوادی بہم رسانده چوں طبعش موزوں افتاده بود ہر چہ میگفت بخدمت استاد فاضل الشعرا میر افضل ثابت برائے اصلاح می برد آخرہا از صحبت میر شمس الدین فقیر مستفید شده، گویند درایامے کہ رفیق نواب صفدر جنگ بود روزے نواب مذکور برائے این مصرع :۔

مارا چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت

رسانید و مورد تحسین و آفریں گردیده صلۂ خلعت و اسپ در جائزه این مصرع گرفت ۔ و در وقتِ نواب شجاع الدولہ بہادر بدر ماہہ سہ صد روپیہ عز امتیاز داشت و ہمراه میر محمد نعیم خاں رفیق بود ۔ فقیر او را در لکھنؤ دیده ۔ عالی دماغیش زبان زدِ خاص و عام است ۔ عمرش از ہفتاد تجاوز دارد ۔ ؎

؎ نبیرۂ میرزا ابراہیم ایما ۔ در زمانہ شاہی محمد شاه بادشاه دہلی ہمراه پدر خود بحالت صبا از اصفہان بہ ہندوستان رسیده و آخر مائۃ ثانی یا اوائل مائۂ ثالث عشر بعمر ہشتاد سال در شہر لکھنؤ زیر زمیں منزل گزید ؎

دارم از ہر بن مو، دیدۂ گریانے چند
دل و جاں میرود امروز بطوفانے چند

نماند پیش تو یارِ زبان گویائی
چو بوئے گل ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی

(روز روشن صفحہ ۷۰)

حرف الیا

یوسف۔ یوسف بیگ یوسف تخلص پسر شاہ بیگ خاں کابلی در علمِ طب و نجوم بقدر مہارتے داشت۔ در شاہجہاں آباد درگذشت۔ ۱

---

۱ محمد اشرف خاں میر منشی اور ابشاگردی برداشتہ عزیز تر میداشت حیف کہ در جوش بہار جوانی پیرہن عنصری گزاشت و مادہ تاریخ وفاتش ایں مصرع اشرف خاں۔

(ع) کجا شد یوسفِ مصر عزیزاں - کلام یوسف ایں است ؎

خوش آں کہ جائے عیش بمیخانہ ساختۃ	درپائے خم بسا غرد پیمانہ ساختۃ
گفتم کہ جا بدیدۂ من کن، بناز گفت	در رہگذار سیل، کسے خانہ ساختۃ

صبح گلشن صفحہ ۶۱۷

خاتمہ

مشتمل بر اشعار بعضے دانشمنداں کہ بمقتضائے موزونی طبع چیزے از ایشاں موزوں شدہ و مرادِ ایشاں در کمالات اظہارِ کمالِ شاعری نبودہ لہذا تخلص نہ گذاشتہ بطورِ بیاض بہ تحریر می آید

شعر مولوی فخرالدین صاحب نوراللہ مضجعہ:۔

بادلم نرگس شہلائے تو غوغا دارد	جنگ دیوانہ و مست است تماشا دارد

میر محمد حسین لندنی

۱۲۰۰ ستارہ بد شد و آں [illegible] ام بارد [illegible]

بخط احقر العباد محمد [illegible] ۱۲۰۲ھ
یوم دوشنبہ برطبق فرمائش منشی شیو نرائن صاحب در حویلی مرزا جنگلی تحریر یافت۔